U33054. Date 4-01-10

Title - GRAAM SUDHAAR GAON WALE KHUD KAIS KAREIN

Creator - U.P. Government ~~Allahabad~~ Mehekma

~~Publisher~~ - Ittilaat Aama.

Publisher - U.P. Government (Allahabad).

Date - 1939

Pages - 52.

Subjects - Graam Sudhaar; Zaraat.

گرام سدھار گاؤں والے خود کیسے کریں

مصنفہ

آنریبل وزیر گرام سدھار
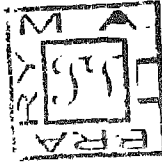
شایع کردہ

محکمہ اطلاعات عامہ یو۔پی گورنمنٹ

الہ آباد

باہتمام سپرنٹنڈنٹ پرنٹنگ و اسٹیشنری ممالک متحدہ (ہندوستان) چھاپا

۱۹۳۹ء

مترجمہ

محمد حنیف صاحب بی۔اے

گورنمنٹ ٹرانسلیٹر و میر منشی
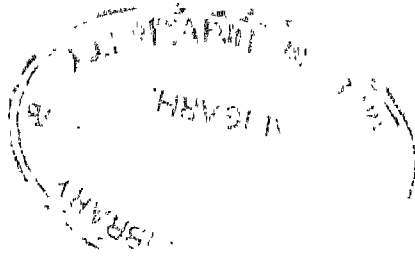
گورنمنٹ صوبہ متحدہ

دیباچہ

جب سے گرام سدھار کی ذمہ داری میرے اوپر آئی ہے مجھے اس سلسلہ میں بہت سے گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں آرگنائزروں گاؤں والوں' اور گرام سدھار سے دلچسپی رکھنے والے بہت سے لوگوں سے بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ میں نے یہ دیکھا کہ عام طور پر گرام سدھار کے کام کے بارے میں لوگوں کے خیالات صحیح نہیں ہیں۔

لوگوں کو صاف صاف یہ نہیں معلوم کہ گرام سدھار کے لئے کیا کرنا چاہئے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گرام سدھار کیلئے کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں اور کیسے کریں۔ گورنمنٹ صوبہ متحدہ نے اس کام میں کافی روپیہ لگایا ہے اور پوری کوشش کر رہی ہے لیکن کام اتنا اہم اور وسیع ہے کہ اگر صرف گورنمنٹ کے بھروسہ ہی پر یہ کام چھوڑ دیا جائے تو دس بیس برس کا پروگرام ہو جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ چار یا پانچ برس کے اندر ہمارے صوبہ کے گاؤں کی حالت بدل جائے اور اسلئے ضروری ہے کہ گرام سدھار کا کام گاؤں کے رہنے والے ہمارے ہموطن اپنے ہاتھ میں لیں۔ خود اسکو چلائیں۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں اور گورنمنٹ کی مدد سے اس اہم کام کو کریں۔

یہ چھوٹی سی کتاب اس مقصد سے لکھی گئی ہے کہ گاؤں والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ گرام سدھار کی اسکیم کیا ہے اور وہ لوگ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر گرام سدھار کے کام کو کس طرح چلا سکتے ہیں۔

کیلاش ناتھ کاٹجو

اپنی مدد آپ کرکے دیہاتوں کو سدھارنا

دیہاتی زندگی کو پھر سے ترتیب دینے کے لئے اور گرام سدھار کے سوال پر حکومت اور عوام کی بہت زیادہ توجہ ہے۔ اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ یہ مسئلے بہت اہم ہیں۔ پچھلے ڈیڑھ سو سال میں دیہات کی طرف بہت لاپروائی برتی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیہاتیوں کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی۔ حالات جن کے ماتحت وہ زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کا ماحول بہت افسوسناک ہے۔ ناخواندگی، جہالت، مفلسی اور دوسروں کی نوچ کھسوٹ یہ سب چیزیں کچھ ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے ہمارے دیہات غیر دلچسپ بے کیف اور اداس ہو گئے ہیں۔ قدرت نے بہت کچھ دیا ہے لیکن پہاڑیاں، گھاٹیاں اور وادیاں، بہتے ہوئے چشمے اور لہلہاتے ہرے بھرے کھیت دیکھنے میں بھلے معلوم ہوتے ہیں اور جسم اور دماغ کے لئے صحت بخش ہیں۔ گاؤں کے بسنے والوں کو کچھ بھی سکھ نہیں دے پاتے۔ دیہاتی کلفت سے بھری ہوئی اور فکرمند زندگی بسر کرتا ہے جس میں نہ کوئی تفریح

ہے اور نہ کچھ آرام - بدقسمتی یہ ہے کہ گاؤں میں آرام کے سامان نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب لوگ جو اپنے دماغ کی دولت اور سوجھ بوجھ کی بدولت گاؤں والوں کو سیدھی راہ دکھا سکتے ہیں۔ دیہات چھوڑ چھوڑ کر قصبوں اور شہروں میں جا بستے ہیں اور اسی طرح پر گاؤں والوں کی بہبودی اور خوشحالی کو بہت صدمہ پہونچتا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ترقی اور آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ ضرورن ہے کہ دیہات کے بسنے والوں کی حالت ایک سرے سے تبدیل کر کے سدھار دیجائے۔ خوشحال اور مضبوط کسان ملک کی جان ہے۔ بیس سال ہوئے کہ مہاتما گاندھی کو دیہات کی مفلسی کیطرف توجہ ہوئی۔ اور اُنھوں نے خاص طور پر اس مفلسی دور کرنے کے لئے چرخے کا پرچار کیا۔ خدا کی مہربانی سے چرخے کا یہ پیغام ہندوستان کے کونے کونے میں پہونچ چکا ہے اور ایسے لاکھوں آدمی جو پہلے بھوکوں مرتے تھے اب چرخہ اور تکلی کی مدد سے اپنا پیٹ پال سکتے ہیں۔ اسکے بعد مہاتما جی نے اپنی توجہ اُن گھریلو دھندوں کے سدھار کی طرف منعطف کی جو ٹوٹتے جا رہے تھے اور یہ بڑے اطمینان کی بات ہے کہ اس سوال کی طرف بھی تمام صوبوں کی حکومتیں اور دیسی ریاستیں توجہ کر رہی ہیں۔ اس کا بھی مقصد وہی ہے یعنی یہ کہ گاؤں والے اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر سکیں اور گاؤں کے دستکار خوشحال ہو جائیں۔

ہم جانتے ہیں کہ کروڑوں روپیہ کا ردی مال ہمارے دیہات میں بھیجا جائے گا اور گاؤں والوں کی گاڑھی کمائی ہندوستان کے باہر کھنچی چلی جا رہی ہے۔ اپنے دیہات ہی میں ہم تمام قسم کے عمدہ اور مضبوط مال بنا سکتے ہیں جو گھر میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اس طرح پر اپنا کچا مال کام میں لایا جا سکتا ہے اور ہزاروں بھوکوں کو برسر روزگار کیا جا سکتا ہے۔

اُسی زمانہ میں جب کہ یہ تمام کارروائیاں مہاتما گاندھی کی عین رہنمائی اور اُن کی

تحریک سے عمل میں لائی جا رہی تھیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء میں کئی سال کے دوران میں ایسی اسکیموں پر خرچ کئے جانے کے لئے روپیہ منظور کیا جو صوبہ کی حکومتیں تیار کریں۔ صوبہ متحدہ کی حکومت نے ایک پنجسالہ اسکیم تیار کی جس کے مطابق ہر ایک ضلع میں ۷۲ گرام سدھار دیہات کے کاموں کے لئے چنے گئے اور ان ۷۲ دیہات کے ۶ ضلع بنائے گئے۔ ہر حلقہ میں ۱۲ گاؤں شامل تھے ہر حلقہ ایک آرگنائزر کے ماتحت رکھا گیا اور پورے ضلع کا چارج ایک انسپکٹر کو دیا گیا کام تو چلتا رہا لیکن چند وجوہ کی بنا پر جن کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی یہ کارروائی ہر دلعزیز ثابت نہیں ہوئی۔ چند ضلعوں میں کچھ کام کیا گیا لیکن بہت سے ضلعوں میں کام کی ترقی کی رفتار بہت سست تھی۔

جولائی ۱۹۳۷ء میں جب کانگریس نے عہدے قبول کئے تو سرکار نے اپنی پوری توجہ گرام سدھار کیطرف مبذول کی۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ ہر امکانی کوشش گرام سدھار کے لئے ضروری ہے اور دیہاتیوں کی حالت سدھارنے اور اُنکی ذہنیت کو مستقل طور پر ترقی دینے میں دقت اور محنت کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔ اپنی مفلسی اور جہالت کیوجہ سے دیہاتی لکیر کے فقیر ہیں اور پرانی رسموں کے غلام ہیں۔ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ کوئی ٹھوس کام محض سرکاری ذریعہ سے ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایسا کام تھا جس میں سرکاری اور غیر سرکاری آدمیوں کے اتحاد اور دیہات والوں میں سے بہترین آدمیوں کو ترقی کے کام ہاتھ میں لینے کی ترغیب کی ضرورت تھی اس لئے حکومت نے صوبہ بھر کے لئے گرام سدھار کی ایک اسکیم بنائی۔ یہ ایک نیا کام تھا گوکہ مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا لیکن جوں جوں تجربہ بڑھتا گیا اسکیم بہتر سے بہتر اور مکمل ہوتی گئی۔

سرکار نے صوبہ بھر میں گرام سدھار کے کام کے لئے ایک خاص افسر مقرر کر دیا ہے اور صلاح اور مشورہ کے لئے ایک پراونشل گرام سدھار بورڈ بنایا ہے۔ اس بورڈ میں ایسے سب محکموں کے جن کا گرام سدھار کے کام سے کچھ بھی تعلق ہے جیسے محکمہ زراعت۔ صنعت وحرفت۔ کوآپریٹیو۔ پبلک ہیلتھ۔ اریگیشن۔ ویٹرنری وغیرہ سب سے بڑے افسر نمایندوں کی طور پر شامل ہیں۔ غیر سرکاری لوگوں کی رائے اور صلاح سے فائدہ اٹھانے کے لئے سرکار نے صوبہ متحدہ کی لیجسلیٹیو کاؤنسل اور لیجسلیٹیو اسمبلی سے کہا ہے کہ وہ بورڈ کے لئے اپنے سات ممبر نامزد کریں اور سرکار نے ہر ڈویزن کی نمایندگی کے لئے ایسے خاص غیر سرکاری لوگوں کو بھی مقرر کیا ہے جو گرام سدھار کے کام میں دلچسپی لیتے ہیں۔

ہر ضلع میں ایک ضلع گرام سدھار ایسوسیئیشن بنائی گئی ہے۔ اس کا چیرمین ایسا غیر سرکاری شخص ہوتا ہے جو گرام سدھار کے کام میں کافی دلچسپی لیتا ہو۔ ضلع کا کوئی جوائنٹ مجسٹریٹ یا ڈپٹی کلکٹر بورڈ کے سکریٹری کی حیثیت سے اسکے کام میں اس کی مدد کرتا ہے۔ ہر ضلع کی گرام سدھار ایسوسیئیشن کے سرکاری اور غیر سرکاری لوگ ممبر ہیں۔ اس ایسوسیئیشن میں ہر تحصیل کے نمایندے ہیں اور اسی طرح اس میں گرام سدھار سے تعلق رکھنے والے سب محکموں کے نمایندے بھی ہیں۔ ہر ضلع میں ایک انسپکٹر ہے اور قریب قریب بیس مرکز بھی قائم کئے گئے ہیں۔ ہر مرکز میں تقریباً بیس گاؤں شامل ہیں۔

اس طور پر ہر ضلع میں گرام سدھار کا کام ۳۰۰ یا ۴۰۰ گاؤں میں کیا جاتا ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ جونہی ان گاؤں میں گرام سدھار کا کام ایک یا دو سال میں ٹھیک طور سے چالو ہوجائے تو آرگنائزر دوسرے ۳۰۰ یا ۴۰۰ گاؤں میں اس کام کو شروع کریں۔ ہر جگہ اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ اس کام میں سب لوگ

شریک ہوں اور اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے سرکاری اور غیر سرکاری لوگ اس کام میں مل جل کر حصہ لیں تاکہ ہر ایک شخص اس کام کے پورا کرنے میں اپنی پوری طاقت لگا دے۔

سرکار نے اس کام کو پورا کرنے کی ہر طرح کی کوشش کی ہے آرگنائزرز کا یہ کام ہے کہ لوگوں کو اس بات کے لئے طیار کریں کہ وہ اپنے رہنے سہنے کے گھروں کی حالت اچھی بنا دیں وہ ان سے رہن سہن کو اچھا بنانے والے سوسائٹیاں اور پنچائتیں قائم کرنے کے لئے کہتے ہیں تاکہ وہ اپنے کاموں کا انتظام اور گاؤں میں دوسرے سدھار کر سکیں جیسے کہ کنوؤں کا کھودنا۔ گاؤں کی گلیوں کو چوڑا کرنا اور مکتب اور پاٹھ شالے قائم کرنا اور گاؤوں میں کھیل کود وغیرہ اور فرسٹ ایڈ کا انتظام کرنا۔ دوائیں بھی بانٹی جاتی ہیں اور اسطرح پر شروع کی طبی مدد دیجاتی ہے۔

اصل میں ان کا کام گاؤں والوں کی غریبی کو دور کرنا ہے۔ جو زیادہ تر کھیتی باڑی کر کے زندگی بسر کرتے ہیں۔ سرکار نے صوبہ بھر میں ۴۰۰ نئے بیج کے گودام کھولکر کھیتی باڑی کو ترقی دینے میں آسانیاں بہم پہونچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ نئے بیج کے گودام اسلئے کھولے گئے ہیں کہ اچھے قسم کے بیج اور ترقی پائے ہوئے کھیتی باڑی کے اوزار اور کھاد بانٹی جا سکے۔ پہلے صرف ۲۰۰ بیج کے گودام تھے لیکن اب چار سو گودام بڑھ جانے کی وجہ سے صوبہ بھر میں ۶۰۰ بیج کے گودام پورے طور پر کام کر رہے ہیں۔ سال کی ربیع فصل کے لئے اس میں سے بیج گودام میں اوسط درجے پر قریب ایک ہزار پانچسو من اچھا بیج اکٹھا کیا گیا ہے اور فصل بونے کے وقت وہ بانٹا جا سکے گا۔ سرکار نے اچھے بیجوں کو خریدنے کے لئے ۲۵ لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ ہر بیج کا گودام ایک سپروائزر کے چارج میں ہے۔ جس کا کام صرف بیجوں کو بانٹنا ہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ

گاؤں والوں کو وقتاً فوقتاً اچھی صلاح دیکر اور خود گاؤں میں ایسے کھیتوں کا انتظام کرکے جہاں پر عملی طور پر کام دکھایا جاسکے کھیتی کے کام میں مدد دے۔ اسکے ماتحت دو یا تین کا مدار ہوتے ہیں جنسے ہر مرکز کے گاؤں میں اچھے بیجوں سے کھیتی کرنے میں مدد ملسکتی ہے۔ یہ بیج کے گودام کسانوں کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں اور اب یہ بات عام طور پر مانی جاتی ہے کہ اچھے بیجوں کے بونے سے گاؤں والوں کی پیداوار اچھی فصل میں ۲۰ سے ۲۵ فیصدی تک بڑھ گئی ہے۔

کسانوں کے لئے مویشی بہت ضروری ہیں اور مویشیوں کی بہبودی کے لئے سرکار صوبہ بھر میں مویشی اسپتال کھولنے کا انتظام کررہی ہے۔ لیکن اس کام میں ابھی اتنی ترقی نہیں ہوئی ہے جتنی سرکار چاہتی تھی کیونکہ سند یافتہ وٹیرنیری ڈاکٹر نہیں ملتے ہیں۔ لیکن جتنے مل سکے ہیں انھیں سرکار مقرر کرچکی ہے۔

گاؤں والوں کو ڈاکٹری مدد دینے کے لئے سرکار نے ہر ضلع میں ایک ایک اور انگریزی اسپتال کھولدیا ہے۔ ڈاکٹر جو اس اسپتال کا انچارج ہوتا ہے صرف اس جگہ رہتا ہی نہیں ہے جہاں کہ اسپتال قائم ہے بلکہ اپنے اسپتال کے قریب کے گاؤں میں دورہ بھی کرتا ہے تاکہ جتنے زیادہ مریض اس سے فائدہ اٹھاسکیں اٹھاویں ان انگریزی اسپتالوں کے ساتھ ہی ساتھ سرکار نے صوبہ بھر میں دوسو اوشادھیالے اور مطب بھی کھولنے کا انتظام کیا ہے جو ویدوں اور حکیموں کی نگرانی میں ہونگے۔ ہمارے گاؤں والوں کی دیسی طریقہ سے علاج کرنیکی عادت ہے۔ اور انکی معمولی بیماریوں کا علاج اوشادھیالوں اور مطبوں میں اچھے طریقہ سے ہوسکیگا۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ بطور گرام سدھار پروگرام کے ایک جزو کے صوبہ بھر میں دواؤں کے ہزاروں بکس بانٹے جارہے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ان دواؤں کے بکسوں سے لاکھوں آدمیوں کی معمولی بیماریاں اچھی ہوتی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے سرکار بہت کوشش کر رہی ہے۔ ہماری خاص صنعت کاتنا اور کپڑے بننا ہے۔ آل انڈیا اسپنرز ایسوسیئشن کو جو ایک ماہر ادارہ ہے بہت کافی روپیہ اس لئے دیا گیا ہے تاکہ صوبہ بھر میں کتائی کے مرکز قائم کئے جائیں اور اس میں سدھار کی جائے۔ ایسے مرکز قائم کئے جا رہے ہیں جہاں لوگوں کو کتائی اور کپڑا بننے میں ٹریننگ دی جائیگی۔ سرکار نے صوبہ کے مختلف حصوں میں بہت سے مرکز اسلئے قائم کئے ہیں کہ نئے اور عمدہ نمونہ کا کپڑا تیار کرکے کپڑا بننے کی صنعت کو ترقی دیجائے۔ دیہات کی بنی ہوئی چیزوں کے بیچنے میں بڑی مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔ سرکار نے صوبہ میں ۱۴۰ اسٹور کھولنے کی منظوری دیدی ہے ان اسٹوروں میں گاؤں کی گھریلو صنعتوں کی تیار کی ہوئی چیزیں اکٹھا کی جائینگی اور بیچی جائینگی اور ایک بیچنے والا سرکاری ملازم نوکر رکھا جائے گا۔ سرکار چیزیں تیار کرنے والے گاؤں کے لوگوں کو مدد دیگی اور انکے مال کو کمیشن ایجنٹ کی حیثیت سے بیچ کر مدد دے گی لیکن سرکار مال کے اسطرح پر بیچنے کے لئے کوئی کمیشن نہیں لے گی۔ گاؤں والے جو چیزیں تیار کرتے ہیں یہ نہیں جانتے ہیں کہ وہ اپنا مال کہاں بیچیں۔ گاؤں کے کپڑا بننے والے چمڑا پکانے والے یا دستکار اب اپنا مال سرکاری اسٹوروں میں لے جا سکتے ہیں اور سرکاری بیچنے والے ملازم کے ذریعہ سے بیچے جانے کے لئے اسے بغیر کسی پیس و پیش کے اسٹور میں چھوڑ سکتے ہیں۔ انکا روپیہ حفاظت سے رہیگا اور اسٹور اس بات کیلئے بہت کوشش کریگا کہ اس مال کو زیادہ سے زیادہ قیمت پر فروخت کرے۔

اسکے علاوہ سرکار گاؤں والوں کو گرام سدھار کے رقبوں میں کنوئیں بنانے اور عمدہ پانی بہم پہنچانے اور گلیوں کو چوڑا کرنے اور زمینیں پکی کرانے اور دوسرے

سدھار کے کام کرنے کے لئے کافی نقد روپیہ دے رہی ہے۔ خاصکر زر نقد کی شکل میں گرانٹ پنچایت گھر بنوانے کے لئے اس بنا پر دی گئی ہے کہ گاؤں کے لوگ بھی اس میں روپیہ ملائیں۔

جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے سرکار یہ جانتی ہے کہ جبتک ناخواندگی اور جہالت دور نہ ہوگی اسوقت تک اصلی ترقی حاصل نہ ہو سکے گی۔ اسلئے سرکار نے دس لاکھ روپیہ صرف کرکے پورے صوبہ میں ہزاروں ریڈنگ روم اور لائبریریاں کھولی ہیں ہر لائبریری کو ۲۵۰ روپیہ کی کتابیں دی گئیں ہیں اور اخبارات بھی منگولئے جاتے ہیں تاکہ گاؤں والوں کو یہ معلوم ہوتا رہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔

ہمارا ملک غریب ہے۔ یہاں کے رہنے والے غریب ہیں اور اسلئے سرکار کا غریب ہونا بھی لازمی ہے۔ حکومت کی آمدنی کے ذرائع زیادہ نہیں ہیں۔ اس کی آمدنی غریب لوگوں سے ہوتی ہے اور اسلئے وہ اتنا کام نہیں کر سکتی جتنا وہ کرنا چاہتی ہے اگر لوگ فارغ البال اور امیر ہو جائیں تو وہ خود اپنے پنچایتی راج کے خزانہ میں زیادہ روپیہ دے سکتے ہیں اور جو روپیہ وہ اسطرح خزانہ میں دینگے وہی پھر گاؤں ہی میں انکے لئے بہتر سڑکیں بنوانے، بہتر صفائی رکھنے، بہتر طبی آسانیاں اور دوسری سہولتیں بہم پہنچانے میں صرف کیا جائیگا۔ ہم کو اچھے وقت آنے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ بہرحال سرکار اپنے محدود ذرائع کے باوجود اپنی انتہائی کوشش کر رہی ہے کانگریسی سرکار کو وزارتیں قبول کئے ہوئے دو سال ہوئے ہیں کچھ وقت گرام سدھار کی تنظیم کرنے اور اس کام کو شروع کرنے میں لگا۔ گرام سدھار کی تنظیم اب مکمل ہو چکی ہے اور یہ کام تیزی کے ساتھ شروع ہو گیا ہے۔

اس دو سال کے عرصہ میں مجھے صوبہ کے ۳۵ ضلعوں میں دورہ کرنے کا موقع ملا۔ ہر ضلع میں میں نے یہ کوشش کی کہ اسکے اندرونی حصہ میں بھی جاؤں اور

میں نے سیکڑوں گاؤں کا معائنہ کیا ہے۔ ہر جگہ لوگ مجھ سے جوش اور خلوص کے ساتھ سے ملے۔ ہر جگہ میرے آنے کی خوشی میں لوگوں نے اپنے مکانات بڑی آن بان سے سجائے ہر جگہ ترقی کے آثار خصوصیت کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ گاؤں والوں نے اب اسکا احساس کر لیا ہے کہ گرام سدھار کا کام انکے خاص فائدہ کے لئے ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس سے گاؤں میں صفائی زیادہ ہو گئی ہے اور پینے کے لئے صاف پانی ملنے میں پہلے سے بہت زیادہ آسانی ہو گئی ہے۔ گاؤں کی گلیاں چوڑی ہو گئی ہیں، پھلوں کے درخت لگائے گئے ہیں اور اچھے قسم کے بیج اور اوزار اب برابر مل سکتے ہیں۔

مجھے اپنے ان دوروں پر ہزاروں گاؤں والوں سے ملنے اور بات چیت کرنے کا اتفاق ہوا میں نے ان کو بتلایا کہ اپنے حالات کو سدھارنے کے لئے انھیں کس طرح کام کرنا چاہئے۔ ان لوگوں نے میری بات کی تائید کی۔ وہ لوگ گرام سدھار کا مطلب سمجھ گئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ اچھا ہوگا کہ گرام سدھار کو جیسا کہ میں سمجھا ہوں ذرا تفصیل سے بیان کروں۔ خاص طور سے اس بات کو کہ گاؤں والوں کو کس طرح اپنی مدد آپ کرنا چاہئے۔ یہ یقین ہے کہ سرکار اپنی پوری کوشش سے کوئی ایسا مفید ذریعہ نکالے گی جس سے گاؤں والوں کو ان کے کاموں میں مدد مل سکے۔ لیکن یہ کام خود گاؤں والوں ہی کے کرنے کا ہے۔

اس سے پہلے کہ میں اس معاملہ میں زیادہ بحث کروں یہ ضروری ہے کہ ہم گرام سدھار کے اصلی مطلب کو اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہمارے سامنے کیا مقصد ہے۔ ہم نے گاؤں کی صرف اقتصادی ترقی ہی کی طرف دھیان نہیں دیا ہے بلکہ ہمارا مقصد اس سے کہیں زیادہ اونچا ہے۔ خود مختار حکومت کی ابتدا اور زیادہ تر دیہات میں رہنے والوں کی مرضی کے مطابق عام پسند وزارتوں کے قیام کے

ساتھ ہماری یہ خواہش ہے کہ گاؤں والے اپنے اس اہم اور خاص کام کو سمجھ لیں جو انھیں اپنے صوبے کی حکومت کیلئے کرنا ہے اور ہم ان کو جسمانی اور ذہنی طور پر مضبوط بنا کر اور گائونکے اچھے اور مفید نظام کے ماتحت کام کرنے کی عادت ڈال کر انھیں اس کام کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ ہر گاؤں والے کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا گاؤں صوبے کے ایک لاکھ دیہاتوں کی زنجیر میں ایک کڑی ہے ہم چاہتے ہیں کہ گاؤں والے اس زنجیر کی ہر کڑی کو فولاد جیسا مضبوط بنالیں خواہ اس پر کتنا ہی دباؤ پڑے یہ زنجیر نہ تو کبھی جھک سکے نہ ٹوٹ سکے۔ ہم چاہتے ہیں کہ گاؤں والے گاؤں کو ہندوستانی قوم کے بڑے نظام کی ایک جیتی جاگتی کڑی بنائیں۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہر گاؤں میں گاؤں والے ہر بات میں ایک دوسرے کا ساتھ دے کر خود اپنی نجات حاصل کریں۔ اب میری کوشش یہ ہوگی کہ آیندہ صفحوں میں یہ بتاؤں کہ اس اعلیٰ مقصد کو وہ کس طرح پورا کر سکتے ہیں۔

نظام اگر ہم سدھار کے کسی کام کو ہاتھ میں لینے سے قبل پہلی کوشش یہ ہونا چاہیئے کہ ایک ایسا نظام قائم کر لیا جائے جس کے اندر گاؤں کے کل لوگ شامل ہوں۔ یہ بارہا کہا گیا ہے کہ گاؤں کی پنچایت ہندوستان کا ایک پرانا اصول ہے اور اگرچہ بادشاہ آئے اور چلے گئے سلطنتیں قائم ہوئیں اور مٹ گئیں مگر گاؤں کے لوگ ویسے ہی کے ویسے رہے اور خود گاؤں اپنی جگہ پر ایک مکمل حیثیت سے بدستور قائم رہا۔ حکومت برطانیہ کے قیام کی وجہ سے جس میں انتظام کرنے دیکھ بھال کرنے اور مقدمہ فیصل کرنے کے اختیارات اور عملہ جات صدر مقام پر ہوتے ہیں بہت جگہ رفتہ رفتہ گاؤں کے اگلے بدقسمتی سے منتشر ہو گئے مگر پھر بھی بہت سے ایسے رشتے اب بھی باقی ہیں

جو گاؤں کے باشندوں کو ایک دوسرے سے قریبی طور پر وابستہ کئے ہوئے ہیں۔

ہماری گرام سدھار کی اسکیم میں پورے گاؤں کو ایک مرکز کی صورت میں منظم کرنے پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ سرکار نے اس تجویز کو مناسب خیال کیا ہے کہ بہتر رہن سہن کی ایسی سوسائٹیاں بنائی جائیں جن میں گاؤں کی آبادی کے بالغ مردوں کی ۷۵ فیصدی شامل ہو۔ "بہتر رہن سہن کی سوسائٹی" کے نام میں کوئی خاص بات نہیں ہے بلکہ ہم کو ٹھوس کام کرتے رہنا چاہئے خواہ ایسی سوسائٹیاں کسی نام سے قائم کی جائیں۔ ہم نے "بہترین رہن سہن کی سوسائٹی" کی تجویز اس لئے کی ہے کہ ایسی سوسائٹی ہمارے موجودہ قواعد کے بالکل موافق ہے اور دوسرے یہ کہ اس کو قائم کرنے میں مشکل نہ ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ خرچہ بھی بہت واجبی پڑے گا۔ یہ سوسائٹی ایک بنائے ہوئے ڈھرے پر چل سکتی ہے اور اس سے گاؤں والے کو یہ سبق ملے گا کہ کسی تنظیم میں شریک ہو کر کس طرح کام کیا جا سکتا ہے اور قاعدوں کے بعد باضابطہ کارروائی کرنے کے کیا فائدے ہیں۔

نام اور شکل کے علاوہ اس کا مقصد یہ ہے کہ گاؤں والے یکجا ہو جائیں اور سب مل جل کر کام کریں تو ان کو یہ بتایا جائے کہ وہ اپنے مقامی ضروریات کا بندوبست کرنے میں کس طرح دلچسپی لے سکتے ہیں۔ ایسا ہونا چاہئے کہ سب بالغ مرد تنظیم میں شرکت کریں (اور اگر ممکن ہو تو عورتیں بھی) اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم سے کم گاؤں کے ہر خاندان کا ایک بالغ فرد گاؤں کی سوسائٹی کا ممبر بن جائے۔ ہمارے دیہاتوں میں ابھی تک خاندان کو انفرادی حیثیت حاصل ہے اور اس وجہ سے وہ گاؤں کی سوسائٹی کا ایک ضروری جزو کی حیثیت سے آسانی سے فائدہ پہنچا سکتا ہے خاندان کو انفرادی حیثیت دینے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ گاؤں والے اس نظام کو خوب جانتے ہیں اور اس وجہ سے سوسائٹی میں ممبروں کی تعداد مناسب رہیگی جو کہ بہت ضروری ہے۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ گاؤں کے ہر خاندان کا چاہے وہ نیچی ذات کا ہو یا اونچی ذات کا اپنے گاؤں کے انتظام میں ہاتھ ہونا چاہئے۔ اس سوسائٹی میں ہر ذات کے نمائندے شامل ہونگے۔ یہ سوسائٹی نہ بڑی ہوگی نہ چھوٹی جس کی وجہ سے انتظام اچھی طرح ہو جائیگا۔ ایک معمولی گاؤں میں ۱۰۰ سے ۴۰۰ تک خاندان ہوتے ہیں اور اس لئے ۱۰۰ سے ۲۰۰ ممبروں کی سوسائٹی پر آسانی کیساتھ یہ بھروسہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس گاؤں کی ضرورتوں کو جانے گی اور ان کو پورا کرے گی۔ اس طریقہ سے گاؤں کے ہر خاندان کو ایک دوسرے سے میل قائم کرنے اور پوری سوسائٹی کا ایک حصہ بننے کا موقع ملے گا۔

یہ سوسائٹی ہر سال اپنا ایک سرپنچ چُنا کرے گی۔ اس سوسائٹی کو اپنے مختلف کام الگ الگ مدوں میں تقسیم کر دینے چاہئیں۔ مثلاً گاؤں کی صفائی، گاؤں میں پانی پہونچانا، گاؤں کے کھیل کود، گاؤں کے والنٹیر وغیرہ اور اپنے میں سے ایک ممبر کو چن کر اس کو (ایک چھوٹی سی سب کمیٹی کے ساتھ) ان میں سے ہر ایک کام کا انچارج بنا دینا چاہئے۔ ان مختلف سب کمیٹیوں کے سب افسر انچارج اور سرپنچ کو ملا کر پوری سوسائٹی کی ایک انتظامیہ کمیٹی بنے گی۔ گاؤں والے یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ گاؤں میں ہمیشہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں چاہے وہ کسی ذات پات کے کیوں نہ ہوں جو صرف اپنی طبیعت کے زور سے اونچی جگہ پر پہونچ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طرف لوگوں کی نظریں رہنمائی کے لئے اٹھ جاتی ہیں۔ ایسے ہی لوگ سب کے قدرتی طور پر پنچ ہوتے ہیں اور جب ان خاندانوں سے پنچ چننے کے لئے کہا جائیگا تو جو لوگ چنے جائیں گے وہ اسی قسم کے لوگ ہونگے۔ اگر ممبر لوگ چاہیں تو یہی انتظامیہ کمیٹی پنچایت کہلائی جاسکتی ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس انتظامیہ کمیٹی میں ہر ذات اور ہر طبقے کے نمائندے

شامل ہوں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ صوبہ کے ہر حصّہ میں بہت سے گاؤں میں
ہم نے ایسی پنچائتیں پائیں جن میں ہندو مسلمان برابر شریک ہوتے ہیں۔ ان
پنچائتوں میں ہریجن بھی شریک ہوتے ہیں اور وہ دوسرے پنچوں سے برابری
کے رتبہ سے ملتے جُلتے ہیں۔ یہ انتظامیہ کمیٹی سوسائٹی کے تمام فیصلوں کی تعمیل کریگی۔
یہ کمیٹی ایک چھوٹی سی نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی کی طرح نہ ہوگی جہاں کہ نوٹیفائیڈ ایریا
کے لوگ ہر تیسرے یا چوتھے سال ایک مرتبہ ممبروں کو چُنتے ہیں اور نوٹیفائیڈ ایریا
کا تمام انتظام اس کمیٹی کے ممبروں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں سوسائٹی
سے مطلب گاؤں کے سب خاندان سے ہے جو یہ طے کرینگے کہ گاؤں کے معاملوں
کا انتظام کیسے کیا جائے اور کس پالیسی پر کام کیا جائے اور اس پالیسی کا پورا کرنے
کا کام سرپنچ اور اس کے ساتھیوں کے ذمّہ چھوڑ دیا جائیگا۔ اس اسکیم میں ایک
اور اچھائی ہے۔ چونکہ سب اختیار گاؤں سوسائٹی کے ہاتھ میں رہے گا اس لئے
چناؤ کے وقت ووٹ لینے کی کوشش کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا اس لئے
وہی لوگ پنچ چُنے جا سکیں گے جن کی تمام گاؤں والے عزّت اور وقعت کرتے
ہوں گے لیکن یہ پنچ اپنے کاموں کی بابت سوسائٹی کو جواب دینے کے ہمیشہ
ذمّہ دار رہیں گے۔ سوسائٹی کے ہر مہینہ کے جلسے میں ان سے ہر اس کام کے
متعلق جو انھوں نے کیا ہوگا سوال کیا جا سکے گا۔

چناؤ اور ووٹ لینے کی دوڑ دھوپ کرنے سے پارٹی بندی ہو جاتی ہے
جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں نا اتّفاقی اور لاگ ڈانٹ پیدا ہو جاتی ہے
مگر یہاں ہم یہ امید کرتے ہیں کہ یہ اسکیم آپس کے میل ملاپ اور بھروسہ کی بنیاد پر بنائی
جائیگی۔ ہر خاندان کو اپنی رائے دینے کا موقعہ ملنے کی وجہ سے اطمینان حاصل ہوگا
اور آپس میں امن و امان اور میل جول اور دوستی کا جذبہ پیدا ہو جائیگا

سوسائٹی کے بنانے کا کام گاؤں والے خود کریںگے مگر گرام سدھار کے آرگنائزر اور کوآپریٹو محکمہ کے ملازمین اس کام میں اُن کی مدد کریں گے۔ لیکن اپنی تنظیم کرنے کے لئے کارروائی کرنا خود گاؤں والوں کے ذمہ ہوگا۔ ایسی سوسائٹی کی ممبری کی فیس برائے نام ہے۔ عام طور پر ۴ آنہ سالانہ ہوتی ہے۔ البتہ بہت سے گاؤں میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ ۴ آنہ کم سے کم خیال کی جاتی ہے بعض دفعہ گاؤں کے بہت غریب خاندانوں اور خاصکر ہریجنوں کے لئے فیس کم کر کے ۲ آنہ کر دی گئی ہے۔ جو بہت ہی غریب خاندان ہیں اُن کے لئے فیس ایک آنہ تک بھی کم کر دی گئی ہے۔ اصل میں ضروری چیز آپس کا میل جول ہے نہ کہ فیس۔ اس کے ساتھ ساتھ ان گاؤں والوں سے جو اپنے دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں اچھی حالت میں ہیں اپنی ۴ آنہ فیس سے کچھ زیادہ چندہ دینے کے لئے درخواست کیجانی چاہئے۔ کچھ گاؤوں میں مجھے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ عہ روپیہ تک اور بعض جگہوں پر اس سے بھی زیادہ چندہ دیتے ہیں۔ اس سالانہ چندہ کے ذریعہ سے سوسائٹی کے پاس کچھ فنڈ جمع ہوتا رہیگا اور بعد کو خاص کاموں کے لئے یہ فنڈ سرکاری امداد اور فصل کے وقت چندہ سے بڑھایا جاسکتا ہے۔

ایسے آدمیوں کو اور جہاں ممکن ہو ایسی عورتوں کو بھی جن میں اپنے دیہاتی بھائیوں کی خدمت کرنیکا جذبہ اور جوش ہو پنچ اور خاصکر سرپنچ مقرر کرنا ضروری ہے جہاں کہیں ممکن ہو کسی سرگرم نوجوان کو جسکے دل میں اپنے دیہاتی بھائیوں کی محبت کا جذبہ ہو اور جو خود بہت پھرتیلا ہو سوسائٹی کا اور پنچایت کا بھی سکریٹری مقرر ہونا چاہئے۔ سرپنچ ورکنگ کمیٹی کے ممبروں اور سکریٹری کو گاؤں کی سیاسات سے بالاتر ہونا چاہئے اور ان کو گاؤں کی فرقہ بندی میں کوئی حصہ نہ لینا چاہیئے یہ ضروری ہے تاکہ گاؤں کا ہر ایک خاندان اپنے گاؤں کے پنچوں اور سکریٹری پر پورا پورا بھروسہ کر سکے۔

صوبہ کے تمام گاؤں میں گاؤں پنچایتیں قائم کرنیکی تجویزیں سرکار کے سامنے پیش ہیں۔ اسکے متعلق قانون بنجاتے کے بعد گاؤں پنچایتیں قائم کی جائینگی۔ جو چھوٹے گاؤں کی صورت میں گاؤں کے تمام بالغوں پر مشتمل ہونگی اور بڑے گاؤں کی صورت میں جنکی آبادی تقریباً دو ہزار تک کی ہو گاؤں کے تمام خاندانوں کے نمائندوں پر مشتمل ہونگی۔ ان گاؤں پنچائتوں کا انتظام قانون کے ذریعہ سے ہوگا اور انہیں گاؤں کا انتظام کرنے اور روپیہ جمع کرنیکے لئے کم و بیش اسی قسم کے قانونی اختیارات دیئے جائینگے جیسے کہ رہن سہن کو بہتر بنانے والی سوسائٹیوں کو دیئے گئے ہیں۔ لیکن ان مجوزہ گاؤں پنچایتوں کا بنیادی اصول وہی ہے جو کہ اچھے رہن سہن کی سوسائٹیوں کا ہے۔ یعنی گاؤں کے ہر ایک مرد اور عورت کو اپنے گاؤں کے انتظام اور گاؤں کی بہتری اور ترقی میں دلچسپی لینا چاہیئے۔ اس قانون کے بنجانے سے گاؤں کو کافی مدد ملیگی۔ لیکن ایسے قانون کے بننے کا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر جگہ گاؤں والے اپنے اپنے گاؤں میں رہن سہن کو بہتر بنانے کی سوسائٹیاں فوراً قائم کر سکتے ہیں۔ جب گاؤں پنچایت کا قانون پاس ہو جائے تو رہن سہن کو بہتر بنانے والی سوسائٹیوں کو گاؤں پنچایت ایکٹ کے ماتحت گاؤں پنچایت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے بہت خوشی ہوتی ہے کہ ہر مہینے بہت امید افزا رپورٹیں آرہی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ ان بڑے بڑے فائدوں کو تسلیم کرنے لگے ہیں جو رہن سہن کو بہتر بنانے والی سوسائٹیوں کو اتنے بڑے پیمانہ پر قائم کرنے سے کہ ان میں پورے پورے گاؤں آجائیں حاصل ہوتے ہیں۔ ہر ضلع میں رہن سہن کو بہتر بنانے والی سوسائٹیاں بہت زیادہ تعداد میں قائم کی جارہی ہیں۔

پنچایت گھر:۔ رہن سہن بہتر بنانیوالی سوسائٹی کے قائم ہو جانیکے بعد دوسرا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ ایک اچھا پنچایت گھر بنایا جائے میرے خیال میں گرام سدھار

کی تمام اسکیم کا دار و مدار پنچایت گھر پر ہے۔ پنچایت گھر سے مراد صرف ایک ایسی عمارت ہی نہیں ہے جہاں گاؤں والے اکٹھا ہو کر اپنے گاؤں کے معاملوں پر بحث کریں بلکہ اسکے معنی اس سے کہیں زیادہ وسیع ہیں۔ پنچایت گھر کو گاؤں والوں کے آپس کے میل جول اور انکی تنظیم کا جیتا جاگتا نمونہ اور انکی تمام سرگرمیوں کا مرکز ہونا چاہئے۔ اس کو گاؤں کے ہر مرد عورت اور بچے کے دل میں جماعتی زندگی کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔ لہذا ضروری ہے کہ پنچایت گھر کے بنانے میں گاؤں کا ہر خاندان کسی نہ کسی صورت میں چاہے روپیہ پیسے سے چاہے سامان سے چاہے جسمانی محنت سے مدد دے۔ ایک غریب بیوہ جو کچھ تھوڑا بہت اس سے ہو سکے دے سکتی ہے جبکہ ایک خوشحال کاشتکار یا زمیندار مفت زمین دے سکتا ہے یا ایک کافی بڑی رقم نقد دے سکتا ہے۔ چندہ چاہے کچھ بھی دیا جائے لیکن ہر شخص کو یہ محسوس ہونا چاہئے کہ پنچایت گھر گاؤں کو کسی ایک سے زیادہ مخصوص افراد کا دیا ہوا عطیہ نہیں ہے بلکہ گاؤں کے سب آدمیوں کی اجتماعی کوشش سے وجود میں آیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ پنچایت گھر بنانیکے لئے مالی امداد دے گی لیکن دراصل یہ کام گاؤں والوں ہی کا ہے۔

پنچایت گھر کی جائے وقوع کا سوال بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ پنچایت گھر کس جگہ پر ہونا چاہئے۔ چند گاؤں میں میں نے دیکھا ہے کہ پنچایت گھر گاؤں کے بیچ میں بنایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات خود گاؤں والوں ہی کے طے کرنیکی ہے پھر بھی میں یہ مشورہ دونگا کہ پنچایت گھر کو گاؤں کے باہر بنانا چاہئے تاکہ اس میں ایک کافی بڑا احاطہ شامل کیا جا سکے۔ پنچایت گھر کے ارد گرد ایک کھلا میدان ہونا ضروری ہے۔ ایسا میدان اگر گاؤں کے بیچ میں مل سکے تو بہتر ہے۔ ورنہ گاؤں کے باہر کوئی جگہ جو گاؤں سے زیادہ دور نہ ہو اس کے لئے موزوں ہو گی۔

عمدہ پنچایت گھر کے لئے ایک کافی بڑی عمارت ہونی چاہئے۔ اس میں ایک کمرہ جلسہ کیلئے

ہونا چاہیئے اور چھوٹے چھوٹے کمرے کتب خانہ اور دارالمطالعہ کیلئے آدمیوں اور جانوروں کی دواؤں کے صندوق رکھنے کے لیئے، ایک کنیا پاٹھ شالہ (اسکول نسواں) کے لئے اور ایک بیج کے گودام کے لیئے ہونے چاہئیں۔ اگر گاؤں کی تنظیم ترقی کر گئی تو ہمیں پنچایت گھر کو بھی اور بڑھانا پڑیگا۔ لہذا پنچایت گھر بناتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ضرورت ہونے پر پنچایت گھر کی عمارت میں اضافہ کیا جاسکے۔

پنچایت گھر کے سامنے، گرمیوں کے استعمال کے لئے خواہ پکا یا کچا ایک چبوترہ ہونا چاہیئے اس کے احاطہ کے ایک حصہ میں پھلواری ہونی چاہیئے۔ بہت سے گاؤں میں، میں نے دیکھا ہے کہ پنچایت گھر ایک اچھے کنویں کے پاس بنے ہوئے ہیں، جس سے گاؤں والے پنچایت گھر کے احاطہ میں کنواں کھودنے کی زحمت سے بچ گئے ہیں۔ اگر ایسا کوئی کنواں پڑوس میں نہ ہو، تو ایک کنواں بھی کھودا جانا چاہیئے، اسکے علاوہ وہاں ایک اکھاڑا اور کسرت کرنے کی ایک چھوٹی سی جگہ ہونی چاہیئے۔ جہاں پیرلل بارس، (متوازی سلاخیں)، اور ہاریزانٹل بارس، (اُفقی سلاخیں)، لگے ہوں، اور ہر قسم کے دیہاتی کھیل کود کے لئے ایک میدان بھی ہو۔

سب سے اعلیٰ مقصد جس کو حاصل کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے یہ ہے کہ پنچایت گھر گاؤں والوں کی اجتماعی کوشش سے بنے۔ لیکن ممکن ہے کہ بہت سے گاؤں میں مختلف وجہوں سے پنچایت گھر فوراً نہ بنائے جاسکیں۔ ایسی صورت میں اگر گاؤں میں کوئی اسکول کی عمارت ہو، تو اُسے گاؤں کے کاموں کے لئے آسانی سے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ گاؤں کی رہن سہن کو بہتر بنانے والے سوسائٹی کے لیئے یہ بھی ممکن ہوگا کہ وہ محکمہ تعلیم یا ڈسٹرکٹ بورڈ (جیسی صورت ہو) سے اسکول کی عمارت لے لے، اور ایک بالکل نیا پنچایت گھر بنانے کے بجائے اسی اسکول کی عمارت میں اس طرح ردو بدل اور اضافہ کرے کہ وہ پنچایت گھر اور اسکول دونوں کے

کام آسکے۔ اس طریقہ سے روپیہ بچ جائیگا، اور گاؤں والوں کے پاس مقابلۃً ایک زیادہ بڑی عمارت بھی ہو جائیگی۔

میرے خیال میں محکمہ تعلیم اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے حاکم کسی موجودہ اسکول کی عمارت کو گاؤں والوں کے ہر قسم کے استعمال کے لئے گاؤں کی رہن سہن کو بہتر بنانے والی سوسائٹی کے ماتحت دیدینے کی تجویز کو مان لین گے۔ مگر ہاں شرط یہ ہے کہ محکمہ تعلیم کو یہ اطمینان ہو جائے کہ اسکول کی عمارت دیدینے کے بعد بھی اسکول کے کاموں کے لئے استعمال میں لائی جا سکے گی۔ اس انتظام سے ہر فریق کو فائدہ پہونچے گا۔ اسکول کی موجودہ عمارت میں سوسائٹی، بیجوں کا گودام، کتب خانہ اور دارالمطالعہ قائم کرنے، دواؤں کا صندوق رکھنے اور دوسرے مقاصد کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ کمروں کا اضافہ کر سکتی ہے۔ اگر ضرورت ہو تو سوسائٹی، اسکول کے احاطہ میں ایک چبوترہ بھی بنوا سکتی ہے۔ میرے خیال میں عمارت کی اس توسیع سے ہر گاؤں والے کے دل میں عمارت کی ملکیت کا احساس پیدا ہو جائیگا اور یہی پنچایت گھر بنانے کا خاص مقصد ہے۔ ایک طرح سے اسکول کی عمارت، قوم کی جائداد ہے، اور اس لئے گاؤں کی سوسائٹی کو اسکول کی عمارت کے اس طور پر دے دئے جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ کسی شخص نے مالک کی حیثیت سے اسکول کی عمارت کو ہبہ کر دیا ہے۔ گاؤں کی سوسائٹی کو اسکول کی عمارت لے لینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہونا چاہیئے۔ تھوڑا سا روپیہ اور خرچ کر کے اسکول کی عمارت کو آسانی کے ساتھ ایک اچھی خاصی بڑی عمارت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اسکول کی زیادہ تر عمارتوں میں احاطے پہلے سے موجود ہیں۔ اور عمارت میں ترمیم و تنسیخ کر کے اس سے ایک ماڈل پنچایت گھر کا کام لیا جا سکتا ہے۔

میرے خیال میں محکمہ تعلیم اور ڈسٹرکٹ بورڈ اسکول کی عمارتوں کے اس طور پر

دے جانے کی درخواستوں پر فوراً منظور کرینگے کیونکہ اس سے محکمہ تعلیم اور ڈسٹرکٹ بورڈ عمارت کی وقتاً فوقتاً مرمت کرانیکی ذمہ داری سے بچ جائینگے اور بہتر ہوگا کہ رہن سہن کو بہتر بنانے والی سوسائٹی مرمت کرانیکا بار اپنے سر لیلے۔

پنچایت گھر کو برابر استعمال کرتے رہنا چاہیئے چوپالوں کے سامنے بیٹھکر بات چیت کرنیکے بجائے گاؤں والوں کو چاہیئے کہ وہ شام کو سماجی کاموں (آپس میں ملنے جلنے) کیلئے اپنے پنچایت گھر جایا کریں سب تہوار پنچایت گھروں میں منائے جانے چاہئیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو گاؤں کو مہمانوں کو پنچایت گھر میں ٹھہرانا چاہیئے۔ وہاں باراتیں بھی ٹھہرائی جاسکتی ہیں۔ آپ پنچایت گھر کو جتنا زیادہ دلکش اور گاؤں کی زندگی کا ایک جیتا جاگتا مرکز بنائینگے اس کا اتنا ہی زیادہ مفید اثر گاؤں والوں کی زندگی پر پڑیگا۔

قریب قریب ہر ضلع میں گاؤں والوں نے پنچایت گھر بنائے ہیں۔ کچھ ضلعوں میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے، اور کچھ ضلعوں میں کم۔ میرا خیال ہے کہ ضلع فیض آباد میں سب سے زیادہ پنچایت گھر بنے ہیں۔ مسٹر رندھاوا، آئی۔ سی۔ ایس، جوائنٹ مجسٹریٹ، فیض آباد ضلع گرام سدھار سبھا کے سکریٹری تھے۔ گرام سدھار کے کاموں میں وہ بہت سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ اور گاؤں والوں کی زندگی کو بہتر بنانے میں پنچایت گھر سے جو فائدے پہونچ سکتے ہیں، اُن کے وہ پکے ماننے والے ہیں۔ پنچایت گھروں کے بارے میں انھوں نے ایک لمبا چوڑا مضمون لکھا ہے جو چھپ چکا ہے (اور میں اپنے ناظرین سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کو پڑھیں۔

اب ہم اس منزل پر پہنچ گئے ہیں جہاں گاؤں میں رہن سہن کو بہتر بنانے والی سوسائٹیاں قائم ہو گئی ہیں اور ان کی آبادی ایک خاص قسم کی ہوگئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ گاؤں والوں کو اپنی، اپنے گاؤں اور اپنے ماحول کی اصلاح کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔

ماحول:- ضروریات بہت ہیں اور مجھے احساس ہے کہ ان کو پورا کرنے لیئے روپے کی ضرورت ہوگی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ مسئلہ روپے کی نسبت آدمیوں سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے گاؤں میں آدمیوں کی کثرت ہے لیکن گاؤں والے غریب ہیں اور وہ آپس میں چندہ کرکے بڑی رقمیں جمع نہیں کر سکتے۔ لیکن انکی تعداد زیادہ ہے اور وہ اپنی محنت کی بدولت بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ان صفحات میں میں یہ بتا رہا ہوں کہ گاؤں والے خود بغیر زیادہ خرچ کے کیا کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر گاؤں کی صفائی کو لیجیئے۔ گاؤں والوں کو اب اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ کھاد کے اچھی طرح کھودے ہوئے گڑھے ان کی تندرستی کے لیئے کس قدر مفید اور ان کے لئے کتنے نفع بخش ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر خاندان کو فوراً اپنے لئے کھاد کے ایک جداگانہ گڑھے کا انتظام کر لینا چاہیئے۔ اسی طرح گندے پانی کے گڑھے کا بھی۔ مجھے معلوم ہے کہ بہت سے گاؤں میں گاؤں والوں کو کھاد کے ذاتی گڑھے بنانے کے لیئے زمین حاصل کرنے میں بہت دقت کا سامنا ہوتا ہے مگر مجھے یہ امید ضرور ہے کہ زمیندار ہر جگہ گاؤں والوں کو کھاد کے گڑھے بنانے میں مدد دیں گے۔ جہاں کہیں یہ مشکلیں آپس کے دوستانہ سمجھوتے سے رفع نہ ہو سکیں وہاں غالباً گاؤں پنچایت کا قانون گاؤں پنچایت کو کھاد کے گڑھے بنانے، گاؤں کے راستوں کو کشادہ کرنے اور ایسے ہی دوسرے مقاصد کے لئے بالجبر زمین حاصل کرنے کے اختیارات دے گا۔

اس کے علاوہ گاؤں کی گلیوں پر بھی تصرف کیا گیا ہے جس سے وہ روز بروز تنگ ہوتی گئی ہیں سوسائٹی کو چاہیئے کہ جہاں کہیں آسانی سے ممکن ہو گلیوں کو گاؤں کی گاڑیوں کے گذرنے کے قابل اور کشادہ بنا دے۔ چند ہی گاؤں بہتر کو

ملازم رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن جہاں مہتر کو ملازم رکھنا ممکن نہ ہو وہاں میری رائے میں گاؤں والوں کو گاؤں کی عام صفائی کے لئے ہر مہینے یا ہر پندرہ روز میں ایک دن مخصوص کر دینا چاہئے۔ میں نے اپنے دورہ کے دوران میں گاؤں کو بہت صاف ستھرا پایا۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ گاؤں والوں نے یہ سب کچھ میرے لئے اظہار محبت کے طور پر کیا تھا۔ اس صفائی کو پابندی کے ساتھ ہر مہینے میں کم از کم ایک دفعہ دوہرایا جا سکتا ہے۔ ہر گاؤں والے کو مہینے میں ایک بار اپنا مکان اور اپنی گلیاں صاف کرنی چاہئیں۔ کوڑے کرکٹ کے دور ہونے اور گلیوں کی کشادگی سے ہی گاؤں والے کی صحت میں بہت بڑا فرق پیدا ہو جائے گا۔ ہمارے گاؤں میں دھوپ اور تازہ ہوا کی افراط ہے۔ صرف گندگی اور پاخانے نے ان کی حالت خراب کر رکھی ہے۔ غلط جگہ پر ہر چیز غلاظت کا حکم رکھتی ہے اس لئے گاؤں والوں کو لحاظ رکھنا چاہئے کہ کوئی چیز بے محل نہ ہو گوبر اور پاخانہ کے لئے مناسب جگہ کھودا یا گڑھا کھودنے کے لئے مخصوص کیا ہوا رقبہ ہے کچرے کے لئے مناسب جگہ سڑک نہیں بلکہ کوڑے دان ہیں۔ موخر الذکر سے تم ایسا مرکب حاصل کرو گے جس سے تم کو بعض قیمتی کھادوں سے بہتر کھاد مل جائے گی۔ چین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہ ردی کے بطور پھینکی ہوئی ہر چیز کو دیہاتی اقتصادیات کے کام میں لاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کوڑا اگر مناسب جگہ پر جمع ہو تو دولت ہے

دوسرا مسئلہ پینے کے لئے خالص پانی کی بہم رسانی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ صوبہ کے بہت سے حصوں میں ایسے پانی کی بہت قلت ہے۔ خصوصاً بندیلکھنڈ میں کنویں بہت کمیاب ہیں اور وہاں زیادہ تعداد میں کنویں کھودنے کی ضرورت ہے۔ دوسری جگہوں کے گاؤں میں موجودہ کنوؤں کی تعداد مقامی ضروریات کے لئے قریب قریب کافی معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ ان کنوؤں کی مرمت کی جائے۔ سوسائٹی تھوڑے سے

چندہ سے یہ کام کر سکتی ہے۔ گاؤں کے خوشحال لوگوں کی فیاضی کے لئے یہ ایک نیک مقصد ہے۔ یہ ایک اچھی علامت ہے کہ آبادی کے اندر کے کنوؤں کی مرمت ہمیشہ ضروری سمجھی جاتی ہے۔ سوسائٹی اس بات کا ضرور لحاظ رکھے گی کہ گاؤں کے ہریجنوں کے محلوں میں خصوصاً ایک یا دو کنویں ہوں۔ گاؤں والوں کو یہ بھی چاہئے کہ اپنے گاؤں اور مکانوں کو خوشنما بنائیں۔ حقیقی خوشنمائی پیدا کرنے کے سیکڑوں آسان طریقے ہیں۔ اس کے لئے زیادہ خرچ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ گاؤں کی سب سے زیادہ بدنما چیز مکانوں کے کھنڈر ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہر گاؤں میں اتنے کھنڈر کیوں ہیں۔ غالباً ایک گرے ہوئے مکان کی بنیادوں پر دوسرا مکان بنانا منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ اس صورت سے یہ کھنڈر بڑھتے رہتے ہیں۔ کھنڈر نہ صرف بدنما ہوتا ہے بلکہ عموماً کوڑے دان سمجھا جاتا ہے اور غلاظت کے کاموں میں لایا جاتا ہے۔ اس لئے میں بزور تجویز کرتا ہوں کہ جب ممکن ہو کھنڈر ہموار کر دئے جائیں اور اگر قرب میں پانی میسر ہو تو کھنڈر کے مالک یا پڑوسیوں سے درخواست کی جائے کہ وہ کھنڈروں پر پھولوں کی جھاڑیاں بو دیں مثلاً گیندا۔ گلاب اور تلسی بہت سے گاؤں میں میں نے دیکھا ہے کہ ایسا کیا جا چکا ہے اور گاؤں کی بہت سی خوشنما چھوٹی چھوٹی پھلواریوں سے مالا مال کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ گاؤں کا تالاب ہے جس کے کنارے عام طور پر ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں اور اُن کے ڈھال میلے اور گندے رہنے دئے جاتے ہیں۔ بہت سے گاؤں میں گاؤں والوں نے چھوٹے چھوٹے مٹی کے پشتے باندھ کر گاؤں کے تالاب کو پانی کا ایک خوشنما حوض بنا دیا ہے۔ ہر جگہ پر یہ دیکھنا چاہئے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

گاؤں کو صاف ستھرا رکھنے کے اور بہت سے طریقے بھی ہیں۔ میں اُن سب طریقوں کو یہاں بیان نہیں کروں گا۔ جہاں ممکن ہو سکے جانوروں کو مکان میں نہ باندھنا چاہیئے بلکہ اُن کو علیحدہ سایہ میں باندھنا چاہیئے اور اُس کے آس پاس ایک "منڈل" بنانا چاہیئے اور اس جگہ زمین پر سوکھی پتّیاں پھیلا دینا چاہیئے اور اُسی سے ملا ہوا ایک گندے پانی کا گڑھا ہونا چاہیئے تاکہ مویشی آس پاس کی زمین میں گندگی نہ پھیلائیں اور مکھیاں نہ بھنکیں۔

اِن سب باتوں کے لئے روپیہ سے کہیں زیادہ محنت اور جبر سے کہیں زیادہ رضاکارانہ اور منظم کوشش کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں نے تجویز کیا ہے مہینہ میں ایک دن کو گاؤں کی صفائی کے لئے مقرر کر دینا چاہیئے اور مقررہ دن گاؤں کے ہر شخص کو اس کام میں کسی نہ کسی طرح ضرور حصّہ لینا چاہیئے۔ دوسرے ملکوں میں بھی یہی رواج ہے۔

میں اب تک گاؤں کی صفائی اور حفظانِ صحت کی ترقی کی بابتہ بتلا رہا تھا اور دواؤں کی تقسیم کو بھی اس سے قریب کا تعلق ہے۔ چند گاؤں میں یا تو ایک ویدیا ایک حکیم ہے اور زیادہ تر گاؤں میں کوئی بھی نہیں ہے اور مناسب ڈاکٹری امداد نہ ملنے کی وجہ سے لوگوں کو بہت سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ سرکار عام طور پر دوا کے بکس دیتی ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ دوا کے بکسوں کی تعداد کافی نہیں ہے اور اسکے علاوہ روپیہ کی کچھ کمی ہونے کی وجہ سے اِن بکسوں کو اِتنے بار پھر سے بھرنا ممکن نہیں ہے جتنے بار کہ یہ بھرے جانے چاہیئیں۔ عام بیماریوں کے لئے دواؤں کی اس قدر زیادہ مانگ ہے کہ ہمارے دواؤں کے بکس بہت ہی جلد خالی ہو جاتے ہیں اور ضرورت اِس بات کی ہوتی ہے کہ وہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بھر دیے جایا کریں۔ اور چونکہ گرام سُدھار سبھا کے پاس روپیہ کافی نہیں ہے لہٰذا عام طور پر دوا کے بکس جلد جلد

بھرے نہیں جاتے۔ اس موقعہ پر بھی میں یہی تجویز پیش کروں گا کہ گاؤں والے خود اپنی مدد کریں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ دوا کے بکسوں کو پنچایئت گھر میں رکھنا چاہیئے اور دوا تقسیم کرنے کے لئے مقررہ اوقات میں پنچایئت کے کسی ممبر یا اس کے سکریٹری کو پنچایئت گھر میں دوا تقسیم کرنے کے لئے موجود رہنا چاہیئے۔ گاؤں کے کسی باشندے کو بھی بغیر دوا کے واپس نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر شخص کو دوا کے بکس کو استعمال کرنے کا حق حاصل ہے لیکن پھر بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ دوا کا بکس گاؤں کے سب سے زیادہ غریب لوگوں کے لئے ہی مقصود ہے اور اگر گاؤں کا کوئی خوش حال شخص دوا کے بکس سے اپنے لئے کسی قدر دوا لیتا ہے تو اُسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ گاؤں کے اپنے کسی غریب بھائی کا اسی قدر حق مار رہا ہے۔ کسی دوا کا بیچنا مناسب نہ ہوگا۔ ایسا کبھی بھی نہ ہونا چاہیئے اور نہ یہی مناسب ہوگا کہ کسی شخص سے اُس دوا کی بنا پر جس کی اس کو ضرورت ہے، اُس سے چندہ مانگا جائے لیکن میرا خیال ہے کہ ہر گاؤں والے کو سمجھنا چاہیئے کہ گاؤں والوں کی ڈاکٹری امداد کا انتظام کرنا ان کی سخاوت اور امداد کا بہترین نمونہ ہوگا۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ہر پنچایئت گھر کے ایک کونے میں دواؤں کے لئے ایک خیراتی بکس رکھ دینا چاہیئے تاکہ کوئی شخص اگر وہ مناسب سمجھے تو اس بکس میں ایک یا دو آنہ ڈال سکے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے ذاتی استعمال کے لئے دوا کے بکس سے دوا لے گا اور اس قابل ہوگا کہ وہ دوا کی قیمت ادا کر سکے تو وہ ضرور ایک آدھ پیسہ خیراتی بکس میں ڈال دیگا۔ اسی طرح جب کسی خاندان میں کوئی دعوت یا شادی یا کوئی تیوہار ہو تو لوگوں سے اس کی درخواست کرنا چاہیئے کہ وہ اس خیراتی بکس میں کچھ ڈالدیں۔ اس کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ جب دوا کا بکس خالی ہو جائے اور اُسے پھر سے بھرنا ضروری ہو تو خیراتی بکس میں سے اوسے دوبارہ بھرنے کے اخراجات مل جائیں۔ میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں

کہ خیراتی بکس میں ٹھیک طور سے تالہ لگا دینا چاہیئے اور اسے ہفتہ میں ایک بار یا پندرہ
دن میں ایک بار مقررہ وقت پر گاؤں والوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کے سامنے
کھولنا چاہیئے اور جو روپیہ اس بکس سے برآمد ہو اُسے سب کے سامنے گننے کے
بعد پنچایت کے رجسٹر میں درج کر دینا چاہیئے تاکہ خیراتی بکس کے ذریعہ سے
اس طرح جمع کی ہوئی رقم کے غبن کا شبہ کسی کو نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ دوا کے بکس کو
پھر سے بھرنے کی لاگت چھ روپیہ یا اس سے کچھ زیادہ ہے اور میرا خیال ہے کہ
خیراتی بکس میں جمع کی ہوئی رقم اور اس مد کے ماتحت سرکاری مالی امداد دونوں کو
ملا کر گاؤں والوں کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ اس گاؤں کے رہنے والوں کے لئے
دوائیں برابر مہیا رہیں۔

میں ایک اور بات تجویز کروں گا اور وہ یہ ہے کہ گاؤں میں غریب لوگ بہت زیادہ
تعداد میں سخت بیمار ہو جاتے ہیں اور معمولی دوائیاں ان کو فائدہ نہیں پہونچاتیں۔ انھیں
ہوشیاری سے طبی امداد پہونچانے کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ گاؤں نہیں چھوڑ سکتے
کیونکہ نہ تو کوئی ان کو دیکھنے بھالنے والا ہی ہوتا ہے اور نہ کوئی ایسا آدمی ہوتا ہے
جو انھیں اسپتال لے جاوے یا دوا خانہ سے ان کے لئے دوا لائے۔ اگر میاں بی بی
دونوں اسپتال چلے جائیں تو ان کے بچوں اور چھوٹے چھوٹے کھیتوں کی دیکھ بھال
کرنے والا کوئی نہیں رہے گا میری رائے میں سوسائٹی کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ایسے
لوگوں کو طبی آسانیاں اور امداد پہونچانے کا انتظام کرے اور اگر ضروری ہو تو سوسائٹی
کیطرف سے کسی شخص کو چاہیئے کہ بیمار کو اسپتال تک پہونچائے اور اس کی غیر حاضری میں
سوسائٹی کی طرف سے بیمار کے بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی زمین کے بونے جوتنے
کا انتظام ہونا چاہیئے

جسمانی ورزش۔ میں پہلے بھی اس بارے میں کہہ چکا ہوں کہ پنچایت گھر میں

اکھاڑے اور کسرت وغیرہ کرنے کی جگہ ہونا چاہیئے۔ دیہاتی کھیل جو ہیں وہ فی الحال غیر منظم حالت میں ہیں اور پنچائت گھر کو چاہیئے کہ دیہاتی کھیل کود کو منظم کرنے میں مدد دے۔ اکھاڑوں کو ان پنچائت گھروں کی خاص چیز ہونا چاہیئے۔ اور دنگل وغیرہ دوسرے کھیل کود کا بھی معقول انتظام ہونا چاہیئے اس میں روپیہ کی ضرورت نہیں ہے صرف تھوڑی سی کوشش سے کام چل جائے گا۔ کھیل کود گانے بجانے اور دوسری تفریحات کا ساتھ ہے۔ بھجن منڈلیاں بہت عام ہوتی جا رہی ہیں۔ ان کو بھی ترقی دی جانا چاہیئے۔ پنچائتوں کو معمولی قسم کی دلچسپیوں کا بھی انتظام کرنا چاہیئے۔ میں کئی گاؤں میں کھلی جگہ میں ہونے والے ناٹکوں میں شریک ہوا ہوں۔ ہمارے پرانے دیہاتی ناچ بہت اچھے ہوتے ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان کو پھر زندہ کیا جائے اور ترقی دی جائے۔

<u>اسکاؤٹ اور والنٹیر</u>۔ ہر گاؤں میں اسکاوٹ اور والنٹیروں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ ان سے جسمانی ورزش ہوتی ہے اور جو ان میں شامل ہوتے ہیں۔ وہ ترقی کرتے ہیں بلکہ ان سے اور بہت سے فائدے بھی ہیں۔ اسکاؤٹنگ اور والنٹیر بھرتی کرنے کی بنیاد قومی خدمت کے جذبہ پر ہے اور اس لئے اس خیال کو ابھارنا اور ترقی دینا چاہیئے۔ اس میں ممبروں کو خود اپنی عزت کرنے اور قاعدوں کی پابندی کرنے کے اصول سکھائے جاتے ہیں۔ جو بہت قابل قدر بات ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کے ذریعے گاؤں کے ہر طبقہ اور ہر مذہب کے لوگوں میں ایک دوسرے کو برابر سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسکاؤٹ اور والنٹیر لوگ قومیت مذہب اور ذات پات کی کوئی تفریق نہیں کرتے ایک اسکاؤٹ یا والنٹیر دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتا ہے اس لئے گاؤں کے کل لڑکوں کو اسکاؤٹ بننے کا شوق دلانا چاہیئے۔ اور [illegible]ں کے بالغ لوگوں کی ایک رضاکارانہ جماعت تیار کرنا چاہیئے۔

تمدنی ترقی:۔ دیہاتی لوگ اس بات سے واقف ہوتے جا رہے ہیں کہ انھیں ہندوستان کی سیاسیات میں ہر روز زیادہ سے زیادہ اہم حصہ لینا ہے۔ اور انھیں انکے حقوق اور ذمہ داریوں سے واقف کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کو یہ بتایا جائے کہ ہندوستان اور اس کے باہر کیا ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں ہر پنچایت گھر میں کوئی ایک اخبار آنا چاہیئے۔ اور کتابوں کا ایک ایسا مجموعہ وہاں ہونا چاہیئے جسے ہر شخص بلا روک ٹوک استعمال کر سکے۔ سرکار نے اس وجہ سے بہت سی جگہوں پر ریڈیو لگوا دئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ناخواندگی کے خلاف بھی جنگ کرنا ہے اور یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ ہر جگہ نوجوان پڑھنے لکھنے کیطرف زیادہ مائل ہوتے جا رہے ہیں ہر اس گاؤں میں جہاں رات کا مدرسہ کھول دیا گیا ہے۔ ناخواندہ نوجوان کافی تعداد میں جمع ہو رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان اسکولوں میں روپیہ کا خرچ ہے مگر آنریری کام کرنے والوں کو اس کام میں مدد دینے کا بہت موقع ہے۔ جو طالب علم مدرسوں اور کالجوں سے چھٹیوں کے زمانے میں مکان آویں ان کو چاہیئے کہ وہ رات کے مدرسوں کے کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ طلبا کے علاوہ گاؤں کے لوگ بھی اپنے فالتو وقت کو ایسے سماجی کاموں میں لگا سکتے ہیں۔ پڑھائی کے درجے کھولنے کیلئے سب سے اچھی جگہ پنچائت گھر ہی ہیں۔

میں لڑکیوں اور نوجوان عورتوں کی تعلیم کو بہت زیادہ اہم سمجھتا ہوں بلکہ نوجوان مردوں کی تعلیم سے زیادہ ضروری خیال کرتا ہوں جاہل مرد تو گھر سے باہر جا کر بھی چیزوں کے دیکھنے کا موقع حاصل کر سکتے ہیں۔ گاؤں کے بازار تحصیل اور ضلع کے صدر تک ان کی رسائی ہے اور وہ وہاں دنیا کے کچھ تھوڑے بہت حالات معلوم کر لیتے ہیں۔ اگرچہ لکھ پڑھ نہ سکیں مگر باہر کے میل جول سے ان کی نظر وسیع ہو جاتی ہے۔ مگر جہاں تک دیہات کی عورتوں کا تعلق ہے وہ جاہل ان پڑھ ہوتی ہیں۔ اور دنیا کے حالات سے

بے خبر رہتی ہیں۔ اگر ہم دیہات کو ترقی دینا چاہتے ہیں تو یہ بہت ضروری ہے کہ ہم دیہات کے گھروں میں سے جہالت اور ناخواندگی کو دور کریں ورنہ ہماری کوششوں کا زیادہ حصہ رائیگاں جائے گا۔

دیہاتوں میں تعلیم نسواں کا مسئلہ بیحد مشکل ہے۔ ایک لڑکا یا ایک بالغ مرد اپنے گاؤں سے ایک دو میل باہر دن کے یا رات کے اسکول کو جا سکتا ہے اور جاتا ہے مگر لڑکیوں اور عورتوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے اور اسی وجہ سے اس بات کی ضرورت ہے کہ عورتوں کے لئے ایک اسکول اُسی گاؤں میں قائم کیا جاوے۔ اگر ہم اس مسئلہ کو ڈسٹرکٹ بورڈ یا محکمۂ تعلیمات پر چھوڑیں گے تو ہم کو بہت عرصے تک انتظار کرنا ہوگا اور کئی سال تک کوئی نمایاں ترقی نہ ہوسکے گی لیکن ہم اس معاملہ میں زیادہ انتظار نہیں کرسکتے اور اس لئے ہم کو ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں کہ ہم ہر گاؤں میں لڑکیوں اور عورتوں کو تعلیم دے سکیں۔ اس طرح گاؤں میں با عزت سماجی خدمت کے لئے ایک بہت بڑا میدان نکل آتا ہے۔ گاؤں کی سوسائٹی کو چاہیئے کہ جن مقامات پر کوئی ایسا پرائمری اسکول یا پاٹ شالہ موجود نہیں ہے جہاں لڑکیاں تعلیم حاصل کرسکیں وہاں لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔ اگر دیہات میں کوئی تعلیم یافتہ عورت ہے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ اس کام کو اپنا خاص کام خیال کرکے لکھنے پڑھنے کی تعلیم دینے کے لئے ایک گھنٹہ روزانہ لگائے۔ اگر وہ مناسب خیال کرے تو اپنی شاگردوں میں سن رسیدہ عورتوں کو بھی شامل کرسکتی ہے۔ اگر اُس دیہات میں کئی تعلیم یافتہ عورتیں ہیں تو وہ اپنی ایک سوسائٹی الگ قائم کرسکتی ہیں۔ میں نے ضلع جونپور میں ایسی ایک استری سماج دیکھی ہے جس نے اس اچھے کام کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ اسکول کے اُستادوں کی بیویاں بھی اس کام کے لئے بہت موزوں ثابت ہوں گی۔ اگر اُس گاؤں میں کوئی تعلیم یافتہ عورت موجود نہیں ہے تو گاؤں کے کسی بوڑھے شریف آدمی مثلاً مولوی یا پنڈت یا کسی اور شخص سے گاؤں کی محبت کا واسطہ دلاکر پاٹھ شالہ

(اسکول نسواں) کا کام اپنے ہاتھ میں لے لینے کی درخواست کی جا سکتی ہے۔ دیہات کے لوگوں میں ایک اسکول کا اُستاد خاص اہمیت رکھتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اپنے دیہاتی بھائیوں کی بہت کچھ کار آمد خدمت کر سکتا ہے۔ اسکول کے روزمرہ کے کام میں اُس کے کل وقت کا صرف ایک قلیل حصہ صرف ہوتا ہے اور غالباً وہ اپنا خالی وقت اپنے گاؤں کی سوسائٹی اور پنچایت کی خدمت میں صرف کر سکتا ہے۔ دیہات کی لڑکیوں کی پرائمری تعلیم کا انتظام کر کے اور بالغ عورتوں کے لئے اسکول قائم کر کے وہ اور اُن کی بیوی بہت کار آمد خدمت کر سکتی ہیں۔ اسکول کا ماسٹر سوسائٹی اور پنچایت کی مدد ان کے سچے دوست فلسفی اور رہنما کی حیثیت سے کر سکتا ہے۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو سوسائٹی اسکول کے اُستاد اور اُن کی بیوی کے لئے بھتہ کی کچھ رقم بھی مقرر کر سکتی ہے۔

میں ان تجاویز کو اس خیال کے ماتحت پیش کر رہا ہوں کہ کم از کم ابتدا میں یہ ممکن نہ ہوگا کہ ایک اوسط درجہ کی سوسائٹی کوئی اُستاد کسی تنخواہ پر مقرر کر سکے۔ حالانکہ میرا یہ خیال ہے کہ دو روپیہ چار آنہ کا بھتہ اس کام کے لئے بہت کافی اور قابل قبول ہوگا۔ بہر حال جو بھی طریقۂ کار اختیار کیا جاوے مگر یہ ضرور ہے کہ یہ مسئلہ بہت کافی اہم ہے اور اس کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ میرے خیال میں گاؤں کی سوسائٹی کا یہ فرض ہے کہ وہ گاؤں والوں کو شراب نوشی اور منشی اشیاء کے متعلق نہ صرف اعتدال پسندی کی رغبت دے بلکہ اس کے مکمل اِنسداد کی کوشش کرے۔ ہم نے یہ پکا ارادہ کر لیا ہے کہ اِس صوبہ کو شراب نوشی اور منشی اشیاء کے کھانے کی خراب عادت سے نجات دینگے اِنسداد شراب نوشی سرکار کی اعلان شدہ پالیسی ہے۔ مگر انسداد شراب نوشی کے علاوہ گاؤں کی سوسائٹی کا خود بھی پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ممبروں کو شراب نوشی اور منشی اشیاء کے کھانے سے باز رکھیں۔ اُن کو اس بارے میں بھی کارروائی کرنا چاہیئے کہ لوگوں کو خلاف قانون شراب بنانے اور دوسرے گاؤں سے ناجائز

طور پر شراب منگوانے سے روکیں۔ اس کے لئے کسی سرمایہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس معاملہ میں صرف عوام کی رائے کو ان غیر اخلاقی افعال کے خلاف کر دینا کافی ہے۔ ہمارے دیہاتوں میں زیادہ شراب نوشی نہیں ہوتی ہے۔ چند مخصوص فرقوں میں خاص کر ہریجنوں میں اس کا زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور رہن سہن کو بہتر بنانے کی سوسائٹیوں کو چاہیئے کہ وہ ہریجنوں کی پنچائتوں کی اس معاملہ میں ہمت افزائی کریں کہ وہ اس خرابی کو روکنے کے لئے عملی تدابیر اختیار کریں۔ اگر یہ گاؤں کی سوسائٹیاں اس معاملہ میں عملی دلچسپی لیں تو بہت جلد تمام صوبے میں مکمل طور پر شراب نوشی کا انسداد کرنا ممکن ہو جاوے گا۔

اقتصادی ترقی:- ہمارے دیہاتی بھائی غریب ہیں اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود دیہات کے لوگ ہی اپنی اقتصادی حالت کو بہتر کرنے اور اپنے لئے کچھ زائد روپیہ کمانے کے بارے میں کیا کر سکتے ہیں؟ اس جگہ پھر قبل اس کے کہ ہم آگے بڑھیں ہمیں چند ایسے نکات کو خیال میں رکھنا ضروری ہے جن سے سنجیدہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ ہمارا ملک زراعت پیشہ ملک ہے اور ہمارے دیہاتی بھائیوں کی بسر اوقات محض زراعت ہی پر ہے۔ اُن لوگوں کی آمدنی کے ذرائع اس کے علاوہ بہت کم ہیں اگر فصل عمدہ ہوتی ہے تو کاشتکار کی زندگی اچھی گذرتی ہے۔ مگر کسی وجہ سے بھی چاہے پانی کی قلت کی وجہ سے چاہے زائد بارش کی وجہ سے یا پالے اور اولے کی وجہ سے فصل کے خراب ہو جانے کی صورت میں غریب کاشتکار تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اُسکی کاشت کی زمین بہت قلیل ہوتی ہے اور وہ چھوٹے چھوٹے کھیت جو اُس کی کاشت میں ہوتے ہیں تمام گاؤں میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھیتوں کی کاشت اچھی طرح پر نہیں کر سکتا ہے۔ اُس کے زراعتی آلات بھی زیادہ اچھے قسم کے نہیں ہوتے ہیں۔ اُس کے بیلوں

کو کافی خوراک نہیں ملتی ہے۔اُس کے مویشی خراب نسل کے ہوتے ہیں۔ وہ انکی دیکھ بھال اچھی طریقہ سے نہیں کرسکتا۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چاروں طرف مفلسی چھا جاتی ہے گاؤں والوں کی حالت ہم اسوقت تک سدھار نہیں سکتے ہیں جب تک کہ کھیتی کی پیداوار بڑھائی نہ جائے اور اچھے قسم کی پیدائش کی جائے اور جب تک کہ ہم اسکا بھی انتظام نہ کریں کہ یہ پیداوار بازار میں اچھی قیمت سے بک سکے۔ یہ اصلی ضرورتیں ہیں۔ اور میں یہ دکھاؤں گا کہ یہ تینوں باتیں گاؤں والے خود اپنی کوشش سے اور صرف آپس میں میل جول سے کام کرکے حاصل کرسکتے ہیں۔

شروع میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سرکار کا ایک بڑا زراعت کا محکمہ ہے ایک صنعت وحرفت کا محکمہ ہے۔ جسکا خاص مقصد یہ ہے کہ وہ کھیتی کرنے والوں کو ان کے کھیتی کے کاموں میں اور ان کی گھریلو صنعتوں کے ترقی دینے میں مدد دے۔ ہم بہت زیادہ قابل اور سند یافتہ لوگ اس زراعت کے محکمہ میں نوکر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ کھیتی کے ان بہتر طریقوں سے واقف ہیں جنکے مطابق کھیتی کرنا چاہئے۔ جیساکہ میں نے پہلے کہا ہے اسوقت قریب ۶۰۰ بیج کے گودام اس صوبہ میں ہیں اور ہم اور زیادہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بیج کے ہر گودام کے لئے ایک سپروائزر ہے اور اسکی ماتحتی میں کامدار ہیں اور ان کا فرض یہ ہے کہ وہ کسانوں کو بہتر اصولوں کے مطابق ان کے کھیتوں کے جوتنے میں اور ان کے تمام معاملوں میں برابر مشورہ دیتے رہیں اگر یہ سرکاری نوکر اپنا کام نہ کریں تو یہ ان کا قصور ہے اور اگر ضرورت ہو تو ان کو سزا بھی دی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ گاؤں والوں کا کام ہے کہ وہ ایسے ماہروں کی مدد سے پورا فائدہ اٹھائیں جو سرکار نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں۔اگر کسان اب بھی اپنے پرانے طریقوں پر کھیتی کرتے رہیں اور نئے طریقوں کے مطابق اپنی حالت درست کرنے کی کوشش نہ کریں تو یہ انھیں کا قصور ہوگا نہ کہ سرکار کا

جوتوں کا یکجا کرنا اور ایک دوسرے کی مدد سے کھیتی کرنا۔ سب سے پہلے
میں اچھی کھیتی کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسان اپنی بیوی اور
بچوں کی مدد سے ایسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی کاشت کرکے جو گاؤں میں ادھر
اودھر پھیلے ہوں کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اس سے اچھی اور کافی پیداوار نہیں
ہو سکتی۔ اس بارے میں مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے یہ بات بالکل صاف ہے۔
اس لئے ہمکو جوتوں کو یکجا کرنا چاہیئے یعنی ان کی چکبندی کرنا چاہیئے اور ایک دوسرے
کی مدد سے کھیتی کرنا چاہیئے یہ دو الگ نہیں ہیں۔ چکبندی کا صرف یہ مقصد ہے کہ
کسان کے ادھر اودھر پھیلے ہوئے جوتوں کو ایک یا اس سے زیادہ بڑے بڑے جوتوں
میں یکجا کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے کھیتوں کی بہت اچھی طرح جوت کر سکے۔ چکبندی
کے متعلق ایک قانون اب پاس ہو گیا ہے۔ لیکن کبھی کبھی تمام جوتوں کو یکجا کر کے
اس طرح کا کھیت بنا دینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کھیت ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا اور اسکی مٹی
ایک طرح کی نہیں ہوتی ہے اس وجہ سے دو یا اس سے زیادہ حصوں میں بانٹ دینا
ضروری ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ ہمیشہ یہ دیکھا گیا ہے کہ وراثت یا انتقال کی وجہ سے کھیتوں کے ٹکڑے ٹکڑے
ہو جاتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ چکبندی اچھی چیز ہے مگر چکبندی بذات خود کسان
کی مالی حالت کو بہتر نہیں بناتی۔ یہ اسکو کھیتی باڑی کے بہتر اوزار نہیں دے
سکتی یا اسکی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں بنا سکتی۔ چکبندی ہے تو اچھی چیز مگر تنہا
یہ زیادہ اچھی چیز نہیں ہے۔ ہمارے گاؤں والوں کو اس سے آگے بڑھنا چاہیئے۔
اور ان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ بہ نسبت چھوٹے کھیتوں کے بڑے بڑے کھیتوں
کو جوتنے سے جو کم سے کم ۱۰ یا ۲۰ ایکڑ کے ہوں۔ ضرور زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا
ہے۔ بڑے کھیتوں میں نئے قسم کے ہل اور کھیتی باڑی کے اچھے زراعتی اوزار
استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ کنویں کھودے جا سکتے ہیں۔ اور اچھے قسم کی پانی

کی نالیاں بنائی جا سکتی ہیں اسلئے جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ کسانوں کو اپنے تمام ذریعوں کو کام میں لانا چاہیئے تاکہ ان کی مشترکہ ذرائع ہونے کی وجہ سے زیادہ ساکھ ہو سکے اور ضرورت کے مطابق وہ تمام بیج خرید سکیں اور انکو تمام اوزار مل سکیں۔ ایک دوسرے کی مدد سے کھیتی کرنے سے وہ یہ سب باتیں آسانی سے کر سکتے ہیں ایک دوسرے کی مدد سے کھیتی کرنے سے مطلب یہ ہے کہ کھیتوں کو یکجا کر کے سب لوگ مل جلکر کھیتی کریں۔ اس سے مراد شرکت میں کھیتی کرنے سے ہے جیسے تمام شریک دار ایک دوکان میں کام کرتے ہیں ویسے ہی ایک دوسرے کی مدد سے کھیتی کرتے ہیں تمام شریک دار ملکر ایک ہی کھیت جوتتے ہیں حساب صاف صاف رکھا جاتا ہے اور جب فصل تیار ہو جاتی ہے تو سب ملکر بیج ڈالتے ہیں اور تب مشترکہ جوت میں ہر کاشتکار کے حصہ کے لحاظ سے اصلی آمدنی بانٹ لی جاتی ہے۔ اس کام کے لئے کسان آسانی سے اپنی ایک سوسائٹی بنا سکتے ہیں اس سوسائٹی کے قاعدوں کو بہت مشکل بنانے کی ضرورت نہیں ہے یہ قاعدے بہت آسانی سے بنائے جا سکتے ہیں اور اسکا انتظام سمجھ بوجھ اور سہولت سے ہو سکتا ہے۔

ایک دوسرے کی مدد سے کھیتی کرنے کا یہ ایک طریقہ ہے جس سے تمام کھیت ایک جگہہ کر لئے جاتے ہیں اور ملکر جوتے جاتے ہیں اس طرح تمام جوتوں کو یکجا کرنے سے پہلے سوسائٹی کے تمام ممبروں کی جوتوں کا ایک ٹھیک نقشہ تیار کر لینا چاہیئے اور اس نقشہ میں ہر ایک ممبر کی ہر جوت کی ٹھیک ٹھیک حدبندی ہونا چاہیئے اور اسکو الگ الگ دکھانا چاہیئے اسکے بعد مینڈوں کو جو ایک کھیت کو دوسرے کھیت سے الگ کرتے ہیں توڑ دینا چاہیئے۔ اس طرح کل آراضی کو ایک مسلم ٹکڑا بنا دیا جائے اور اسپر نہایت مناسب طریقہ سے کاشت کی جائے

جب کبھی سوسائٹی کے ممبر ایک دوسرے سے الگ ہونا چاہیں تو وہ نقشہ میں بنائی ہوئی حدوں کے مطابق اپنی اپنی جوتوں کو لے سکتے ہیں۔ سوسائٹی کے تمام ممبر متحدہ طور پر کل آراضی میں اسی محنت اور جانفشانی سے کاشت کریں گے جیسی کہ وہ اس حالت میں کرتے اگر کل آراضی انھیں کی ہوتی۔ بہر حال سوسائٹی کے ایسے ممبر کو جو اس مشترکہ کھیتی میں حصہ نہیں لینا چاہتا ہے بلکہ سوسائٹی کے دوسرے ممبروں کے ذمہ کھیتی کو چھوڑ دیتا ہے یہ چاہیئے کہ اس طرح دوسروں کی مدد سے تیار کی ہوئی پیداوار میں اپنا حصہ لینے سے پہلے دوسرے ممبروں کی روزانہ کی محنت کے لئے معاوضہ دے۔ یہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ پیداوار میں سے اس کا حصہ دینے سے پہلے اس کے پیداوار کے حصہ میں سے کچھ وضع کر لیا جائے۔ بہر حال یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسکے لئے آسانی سے قاعدے بنائے جا سکتے ہیں۔

مل جل کر کھیتی کرنے کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے۔ یہ طریقہ اتنا مکمل نہیں ہے جتنا کہ وہ طریقہ جس کا تذکرہ میں اوپر کر چکا ہوں مگر قریب قریب اسی طریقہ کے برابر ہے۔ اس میں مشترکہ طور پر کھیتی نہیں ہوتی ہے۔ ہر ممبر خود اپنی محنت سے اپنے کھیت میں کاشت کرتا ہے اور وہ تنہا اس کی پیداوار کا حقدار ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ گاؤں کے دوسرے کاشتکاروں کے ساتھ مل جل کر کھیتی کرنے کی سوسائٹی کا ممبر بھی ہوتا ہے یہ سوسائٹی اپنے ممبروں کو کھیتی کے کاموں میں شروع سے لے کر آخر تک مدد اور رائے دیتی ہے اس کے علاوہ وہ بہترین قسم کے بیج نہایت عمدہ کھیتی کے اوزار اور کھاد فراہم کرتی ہے اور جہاں کہیں ضرورت ہوتی ہے آبپاشی کے ذریعوں کا انتظام بھی کرتی ہے آبپاشی کا یہ انتظام یا تو کنویں یا حوض بناکر یا باندھ باندھکر یا نالیاں بناکر

یا دوسرے طریقوں سے پانی پہونچا کر کیا جاتا ہے اگر ضرورت ہو تو سوسائٹی اچھی نسل کے جانور اور ممبروں کے استعمال کیلئے بیل گاڑیاں بھی رکھتی ہے ۔ یہ سوسائٹی اپنے ممبروں کے لئے بہترین ماہروں کی رائے حاصل کرتی ہے اور اس راستے سے ممبروں کو آگاہ کرتی ہے۔ یہ قطعات میں ادل بدل کر کے کھیتی کرنے کی بابت کاشت کی قسم کی بابت بھی طے کرتی ہے۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ بعض قسم کی زمینیں بعض قسم کے غلوں کی کاشت کے لئے نہایت موزوں ہوتی ہیں ۔ اور فصلوں کو ادل بدل کر کاشت کرنا بھی کاشت کا بہترین طریقہ مان لیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ ایک ہی رقبہ میں ایک ہی قسم کی فصل کی کاشت کیوجہ سے عمدہ قسم کی فصل پیدا ہوتی ہے اور فصل کو نقصان نہیں پہونچتا ہے ۔ اس لئے سوسائٹی ممبروں کی رائے لینے کے بعد یہ طے کرتی ہے کہ اس کا ہر ممبر ایک خاص رقبہ میں ایک خاص قسم کی فصل بوئے گا اور پیدا کرے گا اور ہر ممبر اس اپنی آراضی پر اس فیصلہ کے مطابق عمل کرے گا ۔ اس طرح حالانکہ کاشت الگ الگ کی جاتی پھر بھی مشترکہ کاشت کے کل فائدے حاصل ہو جاتے ہیں ۔ جب اس طریقہ سے ہر ممبر کی کوششوں سے فصلیں تیار ہو جاتی ہیں تب سوسائٹی پیداوار کو بیچنے کے لئے ہر ممبر سے اس کی پیداوار لے لیتی ہے، پیداوار کو اکٹھا کرتی ہے اور جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے زیادہ سے زیادہ قیمت ملنے پر بیچتی ہے ۔

بعض قابل آدمی مل جل کر کھیتی کرنے کے اس طریقہ کو پہلے طریقہ سے بہت بہتر خیال کرتے ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنی تمہر کیدار کی مشترکہ جائداد کے مقابلہ میں اپنی جائداد پر حتی الامکان زیادہ محنت (نگہداشت) کرتا ہے ۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہمارے گاؤں والوں کی آبادی کا لحاظ رکھتے ہو چھوٹے چھوٹے رقبوں میں ہمارے موجودہ اور سادے کھیتی کے اوزاروں کی مدد سے بہت ہی قابل اطمینان نتیجہ حاصل ہو سکتے ہیں اور بڑی بڑی مشینوں کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے

یہ کہا جاتا ہے کہ چین اور جاپان کی طرح ہماری زراعت کوئی صنعت نہیں ہے بلکہ معاش حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے کاشتکار کی زندگی اس کی زندگی کا آئینہ دار ہوتی ہے اور جن زراعتی طریقوں پر وہ کام کرتا ہے وہ مالی کے طریقہ ہیں تجارتی پیداوار اور ذاتی استعمال کی پیداوار کے بجائے اس کو مشینوں کی ضرورت ہے اور سب سے زیادہ اس چیز کی ضرورت ہے کہ اسکی پیداوار کی تقوک فروختی میں اسکو بھی فائدہ پہونچے۔

امداد باہمی کے اصولوں پر کاشت کرنا گاؤں والوں کی تمام پریشانیوں کو دور کرنے کا واحد اور سچا علاج ہے۔ امداد باہمی کے اصولوں پر کاشت کرنے کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ مشترکہ کوششوں سے غلہ پیدا کیا جائے بلکہ اس کا مطلب کچھ اور بھی ہے۔ اس کا لازمی مطلب یہ بھی ہے کہ مشترکہ پیداوار کو بہتر سے بہتر طریقہ سے بیچا جائے۔ تمام پیداوار کا ایک ساتھ انتظام کیا جائے۔ مشترکہ پیداوار آسانی سے صاف کی جاسکتی ہے اور اس کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے اور بوروں میں بھر کر گاؤں میں رکھی جاسکتی ہے امداد باہمی کے اصولوں پر کاشت کرنے اور پیداوار کو بیچنے کی سوسائٹیاں اپنے ذخیرہ گھر اور گودام بنا سکیں گی غلہ کا خریدار خواہ وہ بنیا ہو یا منڈی کا کوئی دوسرا شخص چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کے ساتھ الگ الگ معاملہ نہ طے کرسکے گا۔ اسکو سوسائٹی سے بحیثیت مجموعی معاملہ طے کرنا پڑیگا۔ اور وہ اس بات پر مجبور ہوگا کہ اس پیداوار کے لئے زیادہ سے زیادہ قیمت دے۔

اس کے علاوہ وہ کاشتکار جو امداد باہمی کے اصول پر کھیتی کرنے والی سوسائٹی کے ممبر ہوگئے ہیں اپنا لگان ادا کرنے کے لئے الگ الگ روپیہ قرض نہیں لیں گے سوسائٹی آسانی کے ساتھ بمشت رقم دیکر ان کی طرف سے لگان ادا کرسکتی ہے۔ سوسائٹی کو اس سے پہلے کہ وہ اپنی پیداوار کو فروخت کرسکے اس مجموعی

لگان کے ادا کرنے کے لئے کسی قدر روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ انجمن کو آپریٹیو بنک سے کم سے کم شرح سود مثلاً ۸ آنہ فیصدی ماہانہ پر یہ روپیہ قرض لے سکتی ہے۔ ہر ایک کاشتکار بہت سی پریشانیوں اور فکروں سے آزاد ہوجائے گا اور اسے یقین ہوگا کہ فصل کے آخر میں پیداوار کا اچھا خاصہ حصہ ملے گا۔ سرکار نے اس مسئلہ پر نہایت توجہ کے ساتھ سوچ بچار کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ ہمارے کاشتکاروں کو امداد باہمی کے اصول پر کھیتی شروع کردینی چاہیئے۔ سرکار ایسے افسروں کو مقرر کر رہی ہے جو کہ کاشتکاروں کو اس قسم کی سوسائٹی بنانے میں مدد دے گی غرضکہ امداد باہمی کے اصول پر کھیتی کرنے سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے لیکن دیہات کے لوگ امداد باہمی کے اصول پر کاشت کئے بغیر بھی اپنی آمدنی کو بڑھا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مل جل کر اور متحدہ طور پر کام کریں۔

اس موقعہ پر مجھے یہ بھی کہہ دینا چاہیئے کہ کھیتی کی پیداوار کو بہتر قیمت پر بیچنے کے لئے ایک مسودہ قانون صوبہ متحدہ کی لیجسلیٹو اسمبلی میں پیش ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد منظور ہوجائیگا۔ اس میں بڑے بڑے مرکزوں کی منڈیوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ ان تمام کاشتکاروں کو جو کہ اپنی کھیتی کی پیداوار کو بیچنے کے لئے ان منڈیوں میں جاتے ہیں اپنی پیداوار کی مناسب قیمت مل سکے اور ان سے مختلف مدوں کے ماتحت بے جا خرچے وصول نہ کئے جائیں۔ مگر چونکہ بہت کم کاشتکار براہ راست منڈی جاتے ہیں اس لئے اس مسودہ قانون میں خود گاؤں کے اندر جہاں کہ امداد باہمی کے اصولوں پر مال بیچنے والی سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں، کھیتی کی پیداوار کو مناسب طریقہ سے بیچنے کے لئے بھی احکام موجود ہیں۔ بہتر اصولوں پر کھیتی کرنے کے لئے

آبپاشی کے عمدہ انتظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے اس موقعہ پر نہری آبپاشی سے بحث نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سرکار کا کام ہے اور نہ مجھے ٹیوب ویلوں کے کسی ایسے نظام سے مطلب ہے جس میں زیادہ خرچہ بیٹھتا ہو کیونکہ یہ بات بھی سرکار سے تعلق رکھتی ہے لیکن گاؤں والے باقاعدہ محنت کر کے اپنے گاؤں کی زیر کاشت یا قابل کاشت آراضی میں بہت سی بندھیاں آبپاشی کے مقصد کے لئے بنا سکتے ہیں بندھی بنانے کے لئے زیادہ روپیہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جسمانی محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں گاؤں والوں کے لئے ہفتہ میں ایک یا دو دن اس قسم کے "سدھار" کے کام کے لئے الگ کر دینا بالکل آسان ہے۔ اس منظم جدوجہد میں ہر گاؤں والے کو حصہ لینا چاہیئے۔ ہر شخص کو خواہ وہ کسی قوم اور کسی مذہب کا ہو مجموعی طور پر پورے گاؤں کی بھلائی کے لئے جسمانی محنت کرنے کو قابل فخر بات سمجھنا چاہیئے۔ کئی ضلعوں میں خاصکر ضلع پرتاب گڈھ میں گاؤں والوں نے میلوں لمبی بندھیاں بنالی ہیں اور اسطرح ان کے آرام اور ان کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ سرکار نے نہایت قابل آدمیوں کی ایک کمیٹی اوسر آراضی کو جو بدقسمتی سے اس صوبہ بھر میں بہت بڑے رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے زرخیز بنانے کے مسئلہ کے متعلق جانچ کرنے اور رپورٹ دینے کے لئے مقرر کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صوبہ میں تقریباً ۵ لاکھ ایکڑ اوسر آراضی پائی جاتی ہے۔ یہ کمیٹی یقیناً ہمیں اس آراضی کو زرخیز بنانے کا بہترین طریقہ بتائے گی۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اوسر زمین کو زرخیز بنانے کا سب سے زیادہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اسے بندھیوں سے گھیر دیا جائے تاکہ پانی اس میں جمع رہے اور رفتہ رفتہ زمین میں جذب ہو جائے۔ میں اپنے تمام دیہاتی بھائیوں سے اس طریقہ کی سفارش کرتا ہوں تاکہ جہاں پر ممکن ہو سکے وہ اس کا تجربہ کریں۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویلوں کے کسی گراں نظام کی کوشش تو

گاؤں والوں کے امکان سے باہر ہے۔ لیکن امداد باہمی کے اصول پر کھیتی کرنیوالی سوسائٹی کا اپنی ذاتی کوشش سے گاؤں میں ایک یا دو ٹیوب ویل بنوا دینا مجھے کوئی دشوار نظر نہیں آتا۔ وہ کچھ روپیہ تو گاؤں والوں ہی سے حاصل کرسکتی ہے، ایک چھوٹی رقم سرکار سے لے سکتی ہے اور بقیہ روپیہ قرض لے سکتی ہے جس کو وہ ان لوگوں سے قرض لیکر جو کہ ان کنوؤں سے اپنے کھیت سینچنے کیلئے پانی لیں گے کئی سالوں میں ادا کرسکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کسی سوسائٹی کے بنائے ہوئے کنوؤں یا حوضوں سے لیا ہوا پانی سرکاری نہروں یا ٹیوب ویلوں سے لئے ہوئے پانی کے مقابلہ میں کم گراں ثابت ہوگا۔

یہی بات ان راستوں اور گلیوں کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جو کسی گاؤں کو پکی یا کچی سڑکوں سے ملاتے ہوں۔ ان کے لئے بھی روپئے کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی آدمیوں کی ایسے گلیارے بہت ضروری ہیں جن سے بیل گاڑیاں آسانی کے ساتھ گذر کر گاؤں سے سڑکوں تک پہونچ جائیں سرکار ایک ایسا قانون بنانے والی ہے جس کی وجہ سے اس قسم کے مقاصد کے لئے آراضی حاصل کرنے کی سہولتیں پیدا ہوجائیں گی اور اس طریقہ سے موجودہ سڑکیں اور گلیاں بھی چوڑی ہوجائینگی۔

بڑی سڑکوں کا بنانا بیشک دیہاتیوں کی بساط سے باہر ہے۔ یہاں صرف چند فرلانگ لمبی گلیوں سے میری مراد ہے میں نے بہت سے ایسے دیہات دیکھے ہیں جہاں دیہاتیوں نے باقاعدہ محنت کے ذریعہ سے خود ہی گلیاں بنالی ہیں اور اسطرح گاؤں سے پبلک سڑکوں تک اُن کی گاڑیاں بآسانی چلی جاتی ہیں۔ سرکار ایک پنج سالہ اسکیم تیار کررہی ہے جس میں کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ سے تمام صوبہ میں تقریباً ۵۰۰ میل لمبی پکی سڑکیں بن جائیں گی۔ ہمارے گاؤں والوں کے لئے یہ سڑکیں یقینی نعمت ثابت ہوں گی اور یہ ضروری ہے کہ اُن میں چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں ملی ہوئی

ہوں تاکہ وہ پوری طرح کام میں آسکیں تھوڑی سرکاری امداد سے جو کہ دی جائے گی گاؤں والے یہ بات خود ہی کرسکتے ہیں۔ یہاں بھی اگر روپیہ کی ضرورت ہوئی تو مل جل کر کھیتی کرنے والی سوسائٹی روپیہ قرض لے سکتی ہے اور اُسے کئی سالوں میں قسطوں میں ادا کرسکتی ہے۔ میرے خیال میں روپیہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی اگر صوبہ کے بہت سے دوسرے گاؤں کی طرح گاؤں والے آپس میں یہ طے کرلیں کہ وہ نئی سڑکیں بنانے میں ایک مقررہ مدت تک مفت کام کریں گے۔ جو ہاتھ پاؤں سے محنت نہیں کرسکتے وہ سمجھوتہ کے مطابق اُس کے بدلے میں نقد روپیہ یا اُسی قیمت کی اور کوئی جنس دیسکتے ہیں۔ اِسی طریقہ کے مطابق گاؤں والے اِن تمام جگہوں اور پگڈنڈیوں کی حفاظت بھی کرسکتے ہیں۔ گاؤں پنچایت کے قانون کی رو سے جس پر سرکار غور کر رہی ہے گاؤں پنچائتوں کو یہ اختیار رہے کہ مفت کام کرنے کے لئے گاؤں پنچائتوں میں وہ اپنے ذاتی ریزولیوشن پاس کریں۔

عمدہ زراعت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مویشی تندرست ہوں۔ مویشی گاؤں والوں کے اصلی دولت ہیں۔ میں اِس کے بارے میں کچھ مختصراً کہہ بھی چکا ہوں۔ یہاں بھی یہی ہوتا ہے کہ ہمارا گاؤں والا اپنی کم آمدنی کی وجہ سے اپنے مویشیوں کی پوری پوری دیکھ بھال نہیں کرسکتا۔ کسی گاؤں میں اور خصوصاً مشرقی ضلعوں میں دُبلے پتلے اور چھوٹے قد کے مویشیوں کو دیکھ کر دل دُکھتا ہے۔ گائیں تھوڑا دودھ دیتی ہیں بیل معمولی نسل کے ہوتے ہیں۔ چھوٹے قد والے بیل اِدھر اُدھر گاؤں میں پھرتے ہیں اور اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ روز بروز نسل خراب ہوتی چلی جارہی ہے۔ بیلوں کی خرید میں ہمارے گاؤں والے ہر سال کروڑوں روپیہ صرف کرتے ہیں مگر معمولی نسل اور بیماری کی وجہ سے وہ جلدی ہی مرجاتے ہیں اور اُس کی وجہ سے گاؤں والوں کو بحیثیت مجموعی سخت نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہاں بھی گاؤں

والے کو کوآپریٹو سوسائٹی کی مدد سے مل جل کر کام کرکے زیادہ روپیہ خرچ کئے بغیر اپنے مویشیوں کی حالت بہتر بنا سکتے ہیں کوآپریٹو سوسائٹی گاؤں میں ایک عمدہ نسل کا سانڈ رکھ سکتی ہے اور وہ معمولی بیلوں کے بدھیا کرنے کا بھی انتظام کرسکتی ہے وہ مویشیوں کی بیماری کی معمولی دوائیاں بھی رکھ سکتی ہے اور اُن کے تقسیم کرنے کا انتظام بھی کرسکتی ہے اور مویشیوں کے وبائی امراض کے شروع ہونے پر اُن کی روک تھام کے بارے میں جلدی انتظام کرسکتی ہے۔

میں پھر اسی پر زور دیتا ہوں اور تمام گاؤں والوں کو اِس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ سرکار جانوروں کے علاج کا محکمہ اور محکمۂ زراعت قائم کرکے صرف انھیں کے فائدہ کے لئے بہت زیادہ خرچ کر رہی ہے۔ اِن دو محکموں کے چھوٹے بڑے افسروں کا فرض ہے کہ وہ گاؤں والوں کی خدمت کریں۔ سرکار کو اِن دو محکموں کے افسروں سے امید ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کریں گے۔ مگر یہاں میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ گاؤں والوں کے حق میں یہ بہت مفید ہے کہ وہ اُس امداد، اتحاد عمل اور مشورہ سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں جو انھیں ان محکموں کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بعض وقت یہ شکایت کی جاتی ہے کہ گاؤں والوں کو سیکھنے میں دیر لگتی ہے وہ کاشت اور مویشیوں کے علاج میں پرانی لکیر کے فقیر چلے آرہے ہیں وہ ہر نئی بات کرتے جھجکتے ہیں اور جب انھیں عمدہ طریقہ پر کاشت کرنے اور مویشیوں کی نسل بڑھانے کے بارے میں کوئی مشورہ دیا جاتا ہے تو وہ اُس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ کوئی سمجھ کی بات نہیں ہے۔ دوسرے ملکوں کے لوگ عمدہ اور صحیح مشورہ حاصل کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں یہاں گاؤں والوں کو خرچ کئے بغیر مشورہ مل جاتا ہے اور میری رائے ہے کہ ہمارے گاؤں والوں کو محنت کے ساتھ ایسے مشوروں کے مطابق کام کرنا چاہئے اور یہ یقین رکھنا

چاہیئے کہ یہ مشورے صرف انھیں کی بہتری کے لئے دیئے جاتے ہیں اور ان سے انھیں پورا پورا فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔

اگرچہ سرسری طور سے میں باغبانی کے بارے میں کہہ چکا ہوں لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے گاؤں میں اس کی اہمیت کیا ہے۔ مجھے کہیں کہیں پھول ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ مگر گاؤں والے کے یہاں اپنے ذاتی پھولوں کے پودے ہونا چاہئیں۔ اُن سے زندگی اور خاص کر بچوں کی زندگی زیادہ دلکش اور خوشگوار ہو جاتی ہے اس کے علاوہ ہمارے گاؤں میں ہر طرح کے پھلدار درخت زیادہ تعداد میں ہونا چاہئیں۔ قانون قبضہ آراضی کی رو سے جو جلدی پاس ہونے والا ہے گاؤں والوں کو اپنی زمین پر پھلوں کے درخت لگانے کا حق مل جائے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ ان حقوق سے کافی کام لیا جائے گا۔ تجربہ کار حکیم اور ڈاکٹر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہماری غذا میں پھل کا ہونا ضروری ہے۔ ہمارے دیہات کے لوگ آم کی فصل میں کافی آم کھاتے ہیں اور اسی طرح دوسرے فصل کے پھل بھی کھاتے ہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ ہمارے بہت سے غریب بھائیوں کو خود پھل کھانے کو یا اپنے بچوں کو پھل دینے کے لئے نہیں ملتے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ پھل کے پیڑ ملک بھر میں لگائے جائیں۔ ہم نے پچھلے سال پھل والے پیڑ لگانے کا ہفتہ منایا تھا اور مجھے اُمید ہے کہ اس سال بھی ہم اس ہفتہ کو منائیں گے اس کام کو گرام سدھار ہی کا ایک حصہ سمجھنا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں اس سے ملتا جلتا ایک دوسرا معاملہ ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہزاروں گاؤوں میں بہت زیادہ قیمتی کھاد جلا دی جاتی ہے۔ مویشیوں کا گوبر اُوپلوں کی شکل میں سکھا کر ایندھن کے کام میں لایا جاتا ہے میں نے جن پوری ایٹہ اور دوسرے ضلعوں میں لوگوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے جب میں نے

گاؤں والوں سے اس معاملہ میں بات چیت کی تو اُنھوں نے کہا کہ انکے جلانے کے لئے دوسری چیز نہیں ہے لہذا وہ مجبور ہو کر اس سکھائی ہوئی کھاد کو جلاتے ہیں۔ کھاد دیہات کے لئے بہت قیمتی چیز ہے۔ کھاد کو اس طور سے ضائع کردینا گاؤں والوں کے لئے بطور خودکشی کے ہے۔ گاؤں والوں کی جب گاؤں پنچایت بنادی جائے تو اس کو چاہئے کہ گاؤں کے جانوروں کے لئے چرنے کی زمین اور گاؤں والوں کے لئے ایندھن ملنے کا فوراً انتظام کرے ایندھن کے لئے پیڑ بڑی تعداد میں لگائے جائیں اور اس بات کی کوشش کیجائے کہ جانوروں کی کھاد جسقدر ممکن ہوسکے کھیتی کے کام کے لئے بچائی جائے۔
پھولوں کے متعلق ہم یہ کہیں گے کہ ہم پھولوں کی ایک اچھی گھریلو صنعت کو ترقی دے سکتے ہیں۔ لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ بنارس یا متھرا جیسی تیرتھوں کے آس پاس جہاں پھولوں کی بہت مانگ ہے۔ سیکڑوں بیگھ زمین میں پھول بوئے جاتے ہیں۔ ہساتن ضلع علیگڈھ اور غازی پور میں عطر کے لئے گلاب بہت زیادہ بوئے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے ضلع جونپور میں چنبیلی بوئی جاتی ہے۔ کسی ہمت والے کاروبار کرنے والے کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ بہرحال ہم کو اچھے سے اچھے گلاب چنبیلی اور بیلے لگانا چاہئے اور ان پھولوں سے عطر اور تیل بنانا چاہئے۔
دیہاتی صنعتیں:- اب میں گاؤں کی صنعتوں کو لیتا ہوں۔ اس بات کا سب لوگ احساس کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں کے لوگوں کے لئے اُن کے خاص پیشہ کے علاوہ کوئی اور پیشہ بھی ہونا چاہئے جو انکی آمدنی کا ذریعہ ہو۔ ہمارے دیہات میں بہت زیادہ مفلسی اس وجہ سے ہے کہ ہمارے گاؤں کے لوگوں کے لئے اُنکے خاص پیشہ کے علاوہ کوئی دوسرا پیشہ نہیں ہے وہ زیادہ تر کھیتی پر گذر کرتے ہیں اور مشکل سے زندگی گذارتے ہیں۔ اگر کسی سال سوکھا۔ اولا۔ کیڑا لگ جانے یا

کسی اور وجہ سے فصل خراب ہو جائے تو بڑی مصیبت اور تکلیف ہوتی ہے کیونکہ گاؤں والوں کے پاس گذر بسر کرنے کے لئے کوئی اور ذریعہ نہیں ہوتا۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ جیسی حالت اس وقت ہے اس میں گاؤں والوں پر جو مصیبتیں اور آفتیں آتی ہیں ان کو یہ لوگ کس دلیری صبر اور ہمت کے ساتھ سہتے ہیں۔ اچھی کاشت اور زیادہ پیداوار اور نفع کے ساتھ پیداوار کو بیچنے سے گاؤں والے کی آمدنی بڑھے گی اور وہ سوکھا اور قحط کا اچھی طرح سے مقابلہ کر سکے گا۔ لیکن پھر بھی یہ ضروری ہے کہ کھیتی کے ساتھ ساتھ وہ کوئی اور پیشہ بھی کرے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ غریب آدمی کا وقت اس کے لئے ایک بڑی دولت ہے اور یہ اس کا فرض ہے کہ وہ اس کو بیکار کام میں یا کاہلی میں برباد نہ کرے۔ بلکہ اس کے ہر گھنٹے کو اس طرح سے کام میں لائے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ نہ اسکو آرام کرنا چاہئے اور نہ گاؤں کے کھیل کود اور تیوہار میں حصہ لینا چاہئے۔ لیکن اس کے علاوہ بہت کچھ وقت باقی بچتا ہے جو بیکاری میں برباد کیا جاتا ہے۔ اُسے چاہئے کہ یہ وقت وہ کوئی مفید کام کرنے میں گزارے وہ کوئی ایسی صنعت جو اس کو پسند ہو کر سکتا ہے۔

اس سے پہلے کہ میں کچھ اور کہوں۔ یہ ضروری ہے کہ ایک عام غلطی کو دور کر دوں۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ صرف وہی صنعت اچھی ہے جس کی پیداوار بیچی جا سکے اور جس میں نقد دام مل سکیں۔ میں جانتا ہوں کہ گاؤں والوں کو مختلف کاموں کے لئے روپیہ کی بہت ضرورت ہوتی ہے لیکن پھر بھی روپیہ کا کام یہ ہے کہ خود اپنے اور گھر بار کے لئے بہت سی چیزیں لے سکے اور اس بات میں فائدہ ہی فائدہ ہے کہ گاؤں کا ہر ایک گھر اپنے فرصت کے وقت کوئی نہ کوئی چیز بیچنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے استعمال

کے لئے بنائے۔ مان لیجئے کہ کسی گھر میں ایک گائے یا ایک بھینس ہے۔ اس کو خاص طور پر اس لئے رکھنا چاہئے کہ بچوں اور گھر کے دوسرے لوگوں کے استعمال کے لئے خالص دودھ ملے اور بچے ہوئے دودھ کا مکھن اور گھی گھر کے خرچ کے لئے بنایا جائے۔ تاکہ گھر کے خرچ کے لئے اور جانوروں کے لئے بھی مٹھا کافی مقدار میں ہو جائے۔ صرف وہی دودھ اور گھی بیچا جائے جو باقی بچ رہا ہو۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہوگی اگر کسی خاندان کو کل دودھ یا کل مکھن اور گھی بیچنا پڑے اور بچوں کے استعمال کے لئے کچھ بھی نہ رہ جائے اسی طرح کپڑے کو لے لیجئے۔ مہاتما گاندھی جی نے اب ہندوستان کے گھر گھر پہنچا دیا ہے کہ ہاتھ کا کتا اور بنا کپڑا کتنا اچھا ہوتا ہے۔ ہر گھر میں کئی کئی چرخے ہونے چاہئیں تاکہ گھر کا مرد، عورت اور بچہ اپنے اپنے خالی وقت میں چرخہ کات سکے۔ اس طرح پر کتے ہوئے سوت کا کپڑا بن لیا جائے اور یہ کپڑا بیچا نہ جائے بلکہ گھر والے خود اس کو استعمال کریں۔ اس معاملہ میں بھی بکری کا کوئی جھگڑا نہیں۔ لوگ خود کپڑا بنیں گے اور خود ہی اس کو پہننے کے کام میں لائیں گے۔ بکری کا سوال صرف انہیں لوگوں کے لئے پیدا ہوتا ہے جو اپنی گزر بسر کے لئے کپڑا بننے کا کام کرتے ہیں۔ بہت سی دوسری چیزیں بھی ہیں جن کی ایک گھرانے کو آرام، آسانی اور گھر کے سجانے کے لئے ضرورت پڑتی ہے اگر یہ سب کی سب بازار سے خریدی جائیں تو ان پر روپیہ خرچ ہوگا۔ یہ چیزیں بازار میں خریدے جانے کے بجائے خالی وقت میں گھر ہی میں بنا کر استعمال کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح پر لوگوں کو نقد روپیہ تو نہیں ملتا لیکن اس سے زیادہ اچھی چیز مل جاتی ہے۔ یعنی وہ چیزیں جن کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی ہر وہ چیز بنانی سیکھے جس کی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ایک گھر میں ایک ایک چیز بنائی جاسکتی ہے اور ان سیدھی سادی معمولی چیزوں کی

ایک دوسرے سے بدلنے کے لئے ایک قاعدہ بنایا جاسکتا ہے۔ ایک گھر میں دھاگا کاتا جائے دوسرے میں کپڑا بنا جائے۔ تیسرے میں گڑ بنایا جائے چوتھے میں دودھ کی چیزیں تیار کی جائیں۔ پانچویں میں برتن ڈھالے جائیں۔ چھٹے میں چمڑے کا سامان بنایا جائے اور اسی طرح اور دوسرے سامان بھی تیار کئے جائیں۔ گاؤں کے پنچ چیزوں کے آپس میں ادلنے بدلنے کیلئے ایک قاعدہ بنا دیں جس کے ذریعے سے مقرر کی ہوئی شرطوں پر اور مقرر کئے ہوئے طریقوں سے ایک قسم کی چیز دوسرے قسم کی چیز سے بدلی جاسکے یہ طریقہ گاؤں کے لئے بہت فائدہ مند ہوسکتا ہے۔ اس سے گاؤں کی تمام ضرورتیں گاؤں کے اندر ہی پوری ہوسکتی ہیں اور بیکاری میں جو مشکلیں ہوتی ہیں اُن سے چھٹکارا مل سکتا ہے گاؤں والوں کی آمدنی بڑھ سکتی ہے اور اُنکے گھر صاف ستھرے اور خوبصورت ہوسکتے ہیں۔ ہمارے گاؤں کے بھائیوں کو جان لینا چاہیئے کہ مضبوط جسم اور اچھا دماغ بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بچوں کو ایسا کھانا دیا جائے جس میں سب طرح کی غذا شامل ہو۔ بچوں کو کھانا اور دودھ نہ دینا صرف بچوں ہی پر ظلم کرنا نہیں ہے بلکہ قوم کو بھی بہت نقصان پہونچانا ہے۔ گاؤں والوں کو چاہیئے کہ وُہ اپنی بنائی ہوئی چیزیں صرف اتنی ہی بیچیں جتنی کہ لگان ادا کرنے اور دوسری ادائیگیوں کے لئے بالکل ضروری ہوں اور باقی گھر کے استعمال کے لئے رکھ لیں۔ ولیسی بازاروں میں بھری ہوئی بھڑکیلی گھٹیا بدیسی چیزوں کے بدلے میں اچھا مال بیچنا صرف روپیہ پھینکنا ہی نہیں ہے بلکہ بڑی نادانی کی بات ہے۔ یہ بات آنے والی پیڑھیوں کے حق میں بہت ہی بری ہے۔ اس لئے میں تجویز کرتا ہوں کہ ادلا بدلی کے لئے پنچایت گھروں میں گاؤں کی بنی ہوئی چیزوں کا ایک بھنڈار ہو اور اگر ضرورت ہو تو ان چیزوں کو گاؤں ہی میں بیچا بھی جائے۔ یہ بھی اچھا ہوگا اگر گاؤں کے اس بھنڈار میں ایسی چیزوں کی ایک مستقل دوکان ہو جن کی گاؤں والوں کو برابر ضرورت رہتی ہے

اور جن کے خریدنے پر ہر گاؤں والا ہفتے ہفتے کافی رقم خرچ کرتا ہے ۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ گاؤں والے عام طور سے مٹی کا تیل ۔ نمک ۔ گڑ ۔ تمباکو اور ایسی ہی دوسری چیزیں خریدنے کے لیے ہر ہفتے ہاٹوں کو جایا کرتے ہیں ۔ گاؤں کے بھنڈار میں ان چیزوں کا اسٹاک رکھنے میں کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیئے ۔ بھنڈار ان چیزوں کو بڑی مقدار میں سستے داموں خرید سکتا ہے اور پھر انہیں چیزوں کو اپنے ممبروں کے ہاتھ مناسب داموں پر بیچ سکتا ہے ۔ اس طرح پر گاؤں والوں کا وہ وقت بہت کچھ بچ جائے گا جو ان چیزوں کے چھوٹی چھوٹی خریداری کے لیے ہفتہ میں ایک یا دو بار گاؤں کی پیٹھوں تک جانے میں لگتا ہے اور اُن کے روپیہ کی بھی کچھ بچت ہوگی ۔

اس لیے میری پہلی تجویز یہ ہے کہ گاؤں والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی اور گھر کی ضرورتوں کے لیے اپنے گاؤں ہی کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کریں ۔ اگر تمام کاروبار میں یہی کیا جائے تو چیزیں باقی نہ بچ رہیں گی ۔ مثال کے طور پر کھادی کا دھندا لیجیئے ۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ گاؤں والے اپنی بنائی ہوئی تمام کھادی کام میں لے آئیں گے اور بچی ہوئی کھادی کی بکری کا سوال پیدا نہیں ہوگا ۔ پھر بھی بہت سے ایسے دھندے ہوں گے جن میں استعمال کے بعد چیزیں ضرور بچ رہیں گی ۔ گھی دودھ کا دھندا کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور آڑے وقتوں میں کسانوں کے بڑے کام آسکتا ہے ۔ دودھ اور گھی وغیرہ کی بکری کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ کوآپریٹیو طریقہ پر گھی کی بکری کی سوسائٹیاں بنائی جائیں ۔ اسی طرح پر دوسرے کاروبار بھی ہو سکتے ہیں جیسے کہ کھروں پر تیل پیرنے کا کاروبار ۔ گڑ کا کاروبار ۔ چمڑا کمانے کا کاروبار ۔ کھلونے بنانے کا کاروبار ۔ ٹوکریاں بنانے کا کاروبار ۔ نواڑ بنانے کا کاروبار ۔ شہد کی مکھیاں پالنے کا کاروبار ۔ بڑھئی کا کام اور دوسرے کاروبار میں جانتا ہوں کہ بکری کا کام بڑا کٹھن ہوتا ہے ۔
[illegible] کو بڑھانے میں زیادہ سے زیادہ مدد اور کوشش کرنی

سے وہ ہوشیار کاریگروں کی نگرانی میں تعلیم دینے والے سفری درجے قائم کرنے
کی کارروائی کر رہی ہے ان کاریگروں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ضلع کے حلقوں میں
گشت لگائیں اور مقامی کاریگروں اور دیہاتیوں کو اس خاص صنعت کے
بہتر طریقوں کو سمجھائیں۔ گڑ کی صنعت کے سدھار کی اسکیم کے بارے
میں محکمی کارروائیاں بہت زیادہ کی جا رہی ہیں جس کے مطابق دیہاتیوں کو اس بات
کی ٹریننگ دی جا رہی ہے کہ وہ بہتر قسم کے کولھو کے استعمال سے گنے سے
زیادہ سے زیادہ رس نکال سکیں اور گڑ تیار کر سکیں۔ محکمہ گڑ بنانے کے سلسلے
میں مظاہرے کر رہا ہے اسی طرح چمڑہ کمانے اور بڑھئی کا کام سکھانے
کے واسطے بھی درجے کھولے گئے ہیں۔ سرکار اس بات کی کوشش کر رہی ہے
کہ دیہات کے لوگوں کی کئی طرح کی دیہاتی صنعتوں کی ٹریننگ دینے کے لئے
ایسے درجے کھولے جائیں جن میں طرح طرح کے دھندوں اور صنعتوں کی تعلیم
دی جا سکے۔ سامان کو بیچنے کے واسطے سرکار نے ایسی اسکیم نکالی ہے جسکے
مطابق صوبہ کے تمام ضلعوں میں قریب ۱۵۰ اسٹور کھولے جاوینگے۔ جہاں
دیہاتی صنعت کے سامان بیچے جاوینگے۔ اس اسکیم کے مطابق ہر دیہاتی
اپنی چیزیں اسٹور کو دے سکتا ہے اور قیمت بتا کر ان کو وہاں بیچنے کے
لئے چھوڑ سکتا ہے اسٹور اسکی چیزوں کو بیچے گا اور ایجنٹ دیہاتی سے ایجنٹی
کی معمولی سی فیس وصول کرے گا اگر اس کو پیشگی روپیہ کی ضرورت پڑے
تو وہ اپنے سامان کے عوض میں کوآپریٹو سوسائٹی یا کوآپریٹو بینک ... سے روپیہ
پیشگی لے سکتا ہے۔ ایسے اسٹور ان مرکزوں میں کھولے جاوینگے جہاں دیہاتی
دھندے کی مانگ ہو یا جہاں کسی دھندے کو ترقی دی جا سکتی ہو۔ دیہاتی کو
اس بات کا اطمینان ہوگا کہ اس کی چیزوں کو بیچنے کے لئے ایک ایسی دوکان

موجود ہے جو ہر طرح سے اچھی ہے۔ اس طرح گو سرکار دیہات والوں کو دیہات کے دھندے کے طریقہ کو سکھلانے اور تیار کی ہوئی چیزوں کو بیچنے کے کام میں مدد کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن یہ دیہات والوں کا کام ہے کہ وہ خود اپنی مدد کریں اور ایسے دھندے کریں جو اُن کو اچھے معلوم ہوں۔

جیسا میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ گرام سدھار کی پوری اسکیم کا دارومدار اسی بات پر ہونا چاہیئے کہ ایسی کوآپریٹو سوسائٹیاں بنائی جائیں جن سے ایک ساتھ بہت طرح کے کام چل سکیں۔ دیہاتی زندگی کا سارا دارومدار ان سوسائٹیوں پر ہونا چاہیئے۔ ان کے مختلف حصے ہونے چاہئیں۔ جن کے ذریعے سے ان کے ممبروں کی مختلف کام کئے جا سکیں اور ان کاموں میں اُن کی رہنمائی کی جا سکے۔

کفایت شعاری اور مقدمہ بازی

میں نے اب یہ بیان کر دیا ہے کہ کس طرح سے دیہاتی اپنی مالی حالت کو سدھار سکتے ہیں اور کس طرح عمدہ کاشتکاری اور گھریلو صنعت کے ذریعے سے اپنی دولت بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن ایک شخص کی مالی حالت صرف اس کی کمائی ہی پر منحصر نہیں ہوتی ہے بلکہ اس بات پر بھی منحصر ہوتی ہے کہ وہ اس کو کس طرح پر خرچ کرتا ہے۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمارے دیہاتی بالکل فقیر سادھوؤں کی طرح رہیں اور دنیا کی تفریحوں میں حصہ نہ لیں۔ دیہاتی روزانہ دھوپ۔ بارش۔ اور سردی میں بہت محنت سے کام کرتے ہیں لہذا یہ بالکل مناسب ہوگا کہ ان کے دل بہلانے اور تفریح کے واسطے معمولی تفریح کا سامان ہو۔ پھر شادی وغیرہ کے ایسے موقعہ بھی ہوتے ہیں جب کہ رسمی خرچ جو مناسب ہوتے ہیں ہونے چاہئیں۔ لیکن کفایت شعاری اور دیکھ بھال کے خرچ کرنا ایک علیحدہ چیز ہے اور فضول خرچی اور بے دردی سے روپیہ خرچ کرنا ایک دوسری چیز۔ ہمارے دیہاتی کی طرح ایک غریب آدمی کے واسطے یہ ایک بڑا جرم ہے کہ وہ اپنا روپیہ شراب اور چرس کے پینے میں خرچ کر دے

اور تباہ کرنے والی مقدمہ بازی کا شغل اختیار کرے۔ میرا خیال ہے کہ شراب اور نشے کی چیزوں کے پینے میں بھی دوسری چیزوں کے مقابلہ میں بہت کم روپیہ برباد ہوتا ہے۔ ہمارے دیہاتی سیدھے اور اچھے لوگ ہیں لیکن مقدمہ بازی نے بہت سے خاندانوں کو تباہ کر دیا ہے اور ہر گاؤں میں بہت سے لوگ اس کو ایک اچھا شغل سمجھتے ہیں۔ معمولی اختلاف رائے کی وجہ سے بڑے جھگڑے ہو جاتے ہیں اور ان جھگڑوں کی وجہ سے سر تک پھٹ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عدالت فوجداری میں خوب مقدمہ بازی ہوتی ہے پھر ان معمولی جھگڑوں کی وجہ سے جو دوستانہ طور پر یا اچھے پڑوسیوں کے بیچ میں پڑنے سے طے ہو سکتے ہیں مالی مقدمہ بازی جس میں کافی روپیہ خرچ ہوتا ہے شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہائی کورٹ اور بورڈ مال تک مقدمے پہنچ جاتے ہیں میں نے اپنی وکالت کے زمانہ میں دیکھا ہے کہ مقدمہ بازی ہمارے دیہات کے لئے ایک بہت بڑی نحوست ہے ہر گاؤں میں پارٹیاں ہوتی ہیں جس میں زمیندار زمیندار کی حصہ دار حصہ دار کی مخالفت کرتے ہیں اور کاشتکار دونوں میں سے کسی پارٹی کی طرفداری کرتے ہیں۔ اس بات کو سوچ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ ایک کاشتکار وہ روپیہ جو وہ اسقدر محنت سے پیدا کرتا ہے ایک ہی دن میں عدالت میں خرچ کر دیتا ہے دنیا کے ہر حصے میں اس بات کی ضرورت ہے کہ بغیر عدالت میں جائے ہوئے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جایا کرے لیکن ہمارے ہندوستان جیسے غریب ملک میں تو اس کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اگر دیہاتی اپنے کو تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ بازی کی بلا کو اپنے دیہاتوں سے ناپید کر دیں۔ اچھی طرح پر رہن سہن چالو کرنے کی سوسائٹیوں اور پنچایتوں کے لئے ضروری ہے

کہ وہ جھگڑوں کو دوستانہ طریقہ پر بات چیت اور سمجھوتے سے طے کرنے کے لئے ایک غیر جانبدارانہ طریقہ نکالیں۔ یہ بات بہت خوشی کی ہے کہ دیہاتی اس بات کو سمجھنے لگے ہیں۔ اس صوبہ میں سیکڑوں گاؤں ایسے ہیں جنھیں اس بات کا فخر حاصل ہے کہ انکے یہاں سے سالہا سال سے کوئی مقدمہ عدالت میں نہیں گیا۔ مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہمارے گاؤں میں پنچایتوں کے ذریعہ سے کیوں نہ فیصلہ کیا جائے گاؤں والوں کے جھگڑے معمولی قسم کے ہوتے ہیں اور وہ آسانی سے طے کئے جا سکتے ہیں۔ مجھے پوری امید ہے کہ ہر گاؤں کی سوسائٹی قاعدے اور بائی لاز بنائے گی اور اس طرح گاؤں والوں کو اس بات کا پابند کردے گی کہ وہ عدالتوں میں جاکر اپنے آپ کو برباد کرنے کے بجائے اپنے فیصلے پنچایت کے ذریعہ سے کراویں۔

یہ مختصراً کچھ تجویزیں ہیں کہ کس طرح گاؤں والے اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں ان کا سدھار انھیں کے ہاتھوں میں ہے اور جب تک کہ وہ اپنی مدد کے لئے خود پوری طرح پر تیار نہ ہو جائیں گے اس وقت تک سرکار کے لئے یہ ممکن نہ ہوگا کہ گرام سدھار کے کاموں میں جان ڈال سکے۔

میں نے یہ بتا دیا ہے کہ گاؤں میں کوآپریٹو کام ہر چیز کی بنیاد ہونی چاہیئے جب گاؤں کی یہ بنیادی سوسائٹیاں ایک اچھی بنیاد پر قائم ہو جائیں تو اس وقت کوآپریٹو تنظیم کو ایک بڑے پیمانہ پر ترقی دینا آسان ہوگا۔ بہت سی بنیادی سوسائٹیاں مل کر ایک یونین بن سکیں گی اور ایک تحصیل میں بہت سی یونین مل کر تحصیل یونین بن سکیں گی اور اس وقت یا تو تحصیل یونین کے ذریعہ یا براہ راست تمام یونین مل کر ایک ضلع کی فیڈریشن بن سکیں گی۔ یونین اور

ان کی بنیادی سوسائٹیوں کی طرف سے ضلع کا فیڈریشن تمام بکری کے کاموں
کی دیکھ بھال کر سکے گا۔ ضلع کا فیڈریشن ضلع کے تمام دیہات کی ہر قسم کی پیداوار
کا انتظام بہت اچھی طرح پر اور ایسے طریقہ پر کر سکتا ہے جس سے نفع ہو۔ اس طرح
برولال کی، جو آجکل بہت ایسا نفع کماتا ہے جو اصل میں کسان کو کمانا چاہیئے
بہت کم ضرورت باقی رہ جائیگی اور کل صوبہ کے لئے سب ضلع کے فیڈریشنوں
کو ملا کر صوبہ کا ایک فیڈریشن بنایا جا سکتا ہے۔ اب جس چیز کی اور ضرورت رہ گئی
ہے وہ یہ ہے کہ ہر گاؤں میں ضابطہ اور تنظیم ہونی چاہیئے اور ہر گاؤں کے بڑے
لوگوں میں خدمت کرنے کا جذبہ ہونا چاہیئے۔